

سرکارِ سرکانہی

اربابِ علم و دانش کی نظر میں

1

مرتب
محمد رحمت حسین

ناشر
مدینہ لائبریری
علیم الدین چک بواریا ضلع ویشالی (بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ سرکانہی

علیہ الرحمۃ والرضوان

ارباب علم و دانش کی نظر میں

1

مرتب

محمد رحمت حسین

ناشر

مدینہ لائبریری

علیم الدین چک، بواریا، ضلع ویشالی (بہار)

کتاب	:	سرکارِ سرکانہی علیہ الرحمۃ ارباب علم و دانش کی نظر میں
مرتب	:	محمد رحمت حسین
ناشر	:	مدینہ لائبریری، ویشالی (بہار)
سنہ اشاعت	:	محرم 1436ھ/ نومبر 2014ء
تعداد	:	1100
صفحات	:	64
قیمت	:	Rs. 50/-

Book Name	:	***Sarkar-e-Surkanhi***
		Arbab-e-Ilm-o-Danish ki Nazar Mein
Compiled by	:	Mohammad Rahmat Hussain
Published by	:	Madeena Library, Alimuddin Chak, P.O. Boaria,
		Distt. Vaishali (Bihar) Pin Code: 844114
Publishing year	:	Moharram 1436, Novmeber 2014
Pages	:	64 Quantity : 1100
Price	:	Rs. 50/-
E-mail	:	madeena.lib@gmail.com

انتساب

شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی قادری آبادنی
فریدی علیہ الرحمۃ و الرضوان

اور

تمام متعلقین و معتقدین سلسلۂ تیغیہ قادریہ
اور تمام خیر خواہان و ہمدردانِ سلسلۂ تیغیہ قادریہ
کے نام

فہرست

مقدمہ

برسوں پہلے بہار میں ’’تیغی دارالمصنفین‘‘ نام کے کسی طباعتی اشاعتی ادارے کا نام ہم نے کہیں دیکھا تھا یا پڑھا تھا، بڑی خوشی ہوئی تھی لیکن تا حال وہ خوشی ’’یک لمحہ خوشی‘‘ ثابت ہوئی کیوں کہ اس ادارے سے جانشین سرکارِ سرکانہی حضرت شاہ محمد ابراہیم تیغی فریدی آبادانی قادری کے صاحب زادے حضرت مولانا علی احمد جید القادری کی کتاب ’’انوارِصوفیہ‘‘ کے علاوہ جو ’’تحفۂ قادریہ‘‘ کے نام سے مشہور ہے کوئی دوسری تصنیفی خدمت سامنے نہیں آئی۔ ابھی وہ کتاب ہمارے سامنے ہے۔ کتاب کے مؤلف مولانا جید القادری مفقود الخبر شخصیت ہیں جن کا وصال نہیں ہوا، دریا بُرد نہیں ہوئے، اکسیڈنٹ نہیں ہوا، کسی نے قتل بھی نہیں کیا لیکن پتہ نہیں کب، کیسے کہاں روپوش ہوگئے کہ اب تک کوئی خبر نہیں۔

اِس کتاب کو مؤلف کے اِس افسوس ناک واقعہ سے یک گونہ مناسبت ہے کہ پوری کتاب میں اِس بات کا تذکرہ نہیں کہ یہ 1384ھ میں تکمیل کے بعد کب چھپ کر شائع ہوئی اور کب منظر عام پر آئی؟ کہیں کوئی تاریخ درج نہیں، اس لیے اب یہ کتاب نئی ترتیب اور جامع مقدمہ کے ساتھ دوبارہ چھپنے کا تقاضہ کر رہی ہے جس میں ہر واقعہ اور خدمت کے زمانہ اور پیش قدمی کو تاریخی تناظر میں بیان کیا گیا ہو تا کہ حضرت سرکارِ سرکانہی اور سلسلۂ تیغیہ کو تاریخ کے قلمی نقشے میں بآسانی دیکھا جاسکے اور سلسلۂ تیغیہ کے مشائخ، خلفا و مرشدین اور نامور شخصیات کی خدمات و کارنامے کا زمانہ واضح رہے اور تقابلی مطالعہ کے وقت بطورِ خاص ایک محقق کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ ایسی کتابیں جب برابر دستیاب رہتی ہیں تب مؤلف موصوف کا یہ شاعرانہ استعارہ زندگی پا لیتا ہے کہ

زندۂ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ ۔۔۔ امت مرحومہ سوسکتی ہے مرسکتی نہیں

لیکن بزرگان دین اور شخصیات اسلام کی تعلیمات و تجربات پر مبنی کتابیں، تفردات و فرمودات اور یادداشتیں اہل دل اور عقیدت مندوں کی نگاہوں سے غائب ہو جائیں تو زندگی پر پژمردگی چھانے لگتی ہے اور سابقہ حرکت اپنی حرارت کھو بیٹھتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صوفیہ کرام اور مشائخ عظام کی فرمودات، تعلیمات اور ملفوظات کی تحریر و تقریر کی صورت میں طباعت و اشاعت کا تسلسل ٹوٹ جانے کی وجہ سے عقیدت مندوں کے حیلہ باز مزاج اور تقلیدی منہج و منہاج میں زبردست سست رفتاری پیدا ہو جاتی ہے اور سب کے اثرات سے سلسلہ کی بہ نسبت اسلامی تعلیمات کے فروغ کا مشن زیادہ متأثر ہوتا ہے بلکہ مؤلف موصوف کے نقل کردہ روحانی وفکری تعلیم کے دوسوتے بھی اِس سست رفتاری کی وجہ سے بند ہونے لگتے ہیں۔

اول یہ کہ اولیائے کرام اور صوفیہ کی تعلیمات وملفوظات سے دنیا کی محبت لوگوں کے دلوں سے نکل جاتی ہے، آخرت کی یاد تازہ رہتی ہے اور خدا دوستی پیدا ہونے لگتی ہے، اِس نعمت سے مسلمان بطورِ خاص کسی سلسلے کے عقیدت مند محروم ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ صوفیہ کرام اور مشائخ طریقت کا ملفوظ و فرمان کلام مخنثوں کو مرد، مردوں کو شیر، شیروں کو فرد جب کہ فردوں کو صاحبانِ درد بنا دیتا ہے۔ یعنی اللہ والوں کی تعلیمات وملفوظات اور سیرت و تذکرہ پر مبنی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے ورنہ صاحبانِ درد کے روحانی اثرات اور تصرفات سے مستفیض ہونے کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

اس وقت دوسری کتاب ہمارے سامنے ’’اعزازِ قادری‘‘ ہے جس کے

مصنف علامہ محمد حنیف قادری آبادانی فریدی ہیں جنھیں استاذ العلماء لکھا جاتا ہے اور حافظ ملت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ کتاب نہایت معلوماتی ہے جس کے ابتدائی حصے میں قطب، ابدال، فرد، اوتاد، ابرار، نقباء اور غوث جیسے روحانی نظام سلطنت کے مناصب کی تعریف و توضیح اور پیری (مریدی) کے شرائط اور فرائض آسان لفظوں میں لکھے گئے ہیں۔ ایسی کتاب کا عقیدت مندوں کے سامنے ہونا آج پہلے سے زیادہ ضروری ہے کیوں کہ پہلے اہل علم اور صاحبانِ عمل صوفیہ اچھوں میں سے کسی کے لیے قطب، ابدال، فرد، نقیب اور غوث ہونے کو اعلان کرتے تھے جس کے لیے (ہم سمجھتے ہیں کہ) قدرت کی طرف سے ان کے وجدان اور دل و دماغ پر القائی اشارے ہوتے تھے اور بڑے بزرگ اور معمر و جہاں دیدہ مشائخ منتخب منصب کے مطابق اصطلاحی لقب و اعزاز کا اعلان کرتے تھے جب کہ آج چھوٹے اور عملی طور سے نمائشی لوگ بھی اپنے پیر کو آفاقی شخصیت بنانے کی ہوڑ میں نہ جانے کیا کیا لقب دیتے اور ایسے ایسے ناموں سے یاد کرتے ہیں کہ اس لقب والے کی زندگی کے شب و روز دیکھ کر شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہر شرم ناک صورت حال اور عقیدت سوز حادثے سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو محفوظ رکھے۔ آمین

یہ کتاب ''اعزازِ قادری'' 56,57 سال پہلے 1377ھ میں چھپی تھی۔ اس کتاب کے ساتھ مصنف موصوف کی دوسری تصنیف ''انتباہ الطالبین'' بھی مجلد (جونسخہ ہمارے سامنے ہے، اس میں تین کتابیں ایک ساتھ ہیں) ہے جو'' رموزِ حقیقت'' سے مشہور ہے۔ یہ اور اگلی کتاب کے اخیر میں جو تاریخ لکھی ہے اس پر نظر ثانی کرنے اور صحیح تاریخ و سن لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع پر لکھی گئی تمام کتابوں پر نظر ثانی کر کے تاریخوں کا تقابل ضروری ہے۔ اس میں حضرت سرکارِ سرکانہی کی سیرت و سوانح نہیں بلکہ پیری مریدی کے حوالے سے بنیادی تعلیمات اور نظریات و معمولات کو جمع کیا گیا ہے

لیکن چوں کہ سلسلہ تیغیہ فریدیہ آبادانیہ کے متوسلین کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے، اس لیے اس کی جدید ترتیب، تقدیم و تعارف اور طباعت و اشاعت کی ذمہ داری بھی اسی سلسلے کے مبلغین پر براہ راست عائد ہوتی ہے۔ کتاب کے اخیر میں ایک ضمیمہ بھی ''ہدایت المریدین'' کے نام سے کتابی شکل میں ہی 64 صفحات پر مشتمل شامل ہے، اس کو مستقل کر کے الگ سے شائع کیا جاسکتا ہے۔

تیسری کتاب اِس وقت ہمارے سامنے ''انوارِ قادری'' ہے جس کا تاریخی نام ''مظاہر قطب الانام'' (1380ھ) ہے۔ اس کے مصنف بھی حافظ محمد حنیف قادری فریدی ہیں۔ یہ بھی 1995ء کے بعد دوبارہ طبع نہ ہوسکی۔

زیرِ نظر کتاب ''سرکارِ سرکانہی— اربابِ علم ودانش کی نظر میں'' میں جن اکابر کے تأثراتی اعترافات شامل ہیں، وہ سب اِس کتاب کے اخیر میں موجود ہیں، سوائے حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریر کے، کہ انھوں نے اسے بطورِ اداریہ 64-1963 میں ماہ نامہ ''جام نور'' کلکتہ میں لکھا تھا۔ 21 ویں صدی کی پہلی دہائی میں شائع ہو کر بند ہونے والے ہفت روزہ ''غازی ملت'' کلکتہ نے بھی ''تیغی نمبر'' شائع کیا تھا، اس میں بھی حذف و اضافہ کے بعد تمام مضامین کو مرتب کر کے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا جاسکتا ہے۔ اس شمارے میں حضرت علامہ ارشد القادری کی زندگی کا آخری انٹرویو بھی ہے جس میں ایک سوال حضرت سرکارِ سرکانہی اور تیغی سلسلۂ طریقت سے متعلق ہوا ہے، اس لیے وہ خصوصی شمارہ اِس سلسلے کے متعلقین کے لیے اہم ہے۔

خلاصہ یہ کہ جہاں بھی اور جس شکل میں بھی حضرت سرکارِ سرکانہی اور سلسلۂ تیغیہ سے متعلق جو بھی کتاب، کتابچہ، خصوصی نمبر، شمارہ موجود ہے، ان سب پر نظر ثانی کر کے منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ اب جس میں حذف و اضافہ کی گنجائش اور ضرورت ہو تو حذف و اضافہ کر کے نئی ترتیب اور معیاری

طباعت کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے تاکہ حضرت مولانا جید القادری کا یہ نعرہ صحیح ثابت ہو جائے کہ ''امت مرحومہ سو سکتی ہے مر سکتی نہیں''

آج سلسلۂ تیغیہ کے متوسلین اور معتقدین جس طرح بڑی تیزی سے تیغی باقیات و آثار (تحریر و تقریر، ملفوظات و تعلیمات) کو منظر عام پر لانے میں لگے ہوئے ہیں، اس کو دیکھ کر دل یہ کہتا ہے کہ کہہ دیا جائے کہ ع

تیرے جنوں کا نتیجہ ضرور نکلے گا

یہ کتاب تیار کر کے محبّ گرامی مولانا محمد رحمت حسین مصباحی نے ایک نئی روایت قائم کی ہے جس کا سلسلہ وہ خود ہی دراز رکھنا چاہتے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ ان کے مبارک تحریری ترتیبی اور تالیفی سلسلے میں اِن تینوں مذکورہ کتابوں کا متذکرہ کام بھی شامل ہے۔ امید ہے کہ انھی سے یہ خدمت ہو جس سے سرکارِ سرکانہی کی روح کو خوشی حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ان کی ہمت و حوصلہ کو قوت عطا فرمائے اور اِس راہ کی روکاوٹوں کو دور فرمائے تاکہ وہ اِس سلسلے کی روایت کو قابل تقلید بنا سکیں۔ آمین

اس سلسلے کی وسعت اور مقبولیت کا ایک منظر نامہ یہ بھی ہے کہ پاکستان میں سلسلۂ تیغیہ کی خانقاہ آستانہ قادریہ تیغیہ (رجسٹرڈ) داتا چوک، اورنگی ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام ''سوانح سرکارِ سرکانہی'' کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے، وہ کتاب نظر سے نہیں گزری ہے۔ اس کے مندرجات کو دیکھ کر ہی اس کی افادیت کے پیش نظر اُس کی طباعت و اشاعت کا مشورہ دیا جاسکتا ہے۔

محمد ظفرالدین برکاتی

مدیر مسئول ماہ نامہ کنزالایمان دہلی

یکم ذی الحجہ 1435ھ/ 27 ستمبر 2014ء بروز ہفتہ

m

پیش لفظ

معلم اصحاب صفہ نبی آخرالزماں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام کی حیات مقدسہ کتاب ہدایت قرآن کریم کی عملی تفسیر اور مخلوق باری تعالی کے لیے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے اور یہی وہ راہ سلوک ہے جس پر گامزن ہو کر ایک بندۂ خدا کو دنیوی و اخروی محاسن و کمالات حاصل ہوتے ہیں اور انسانیت اور بندگی کی معراج حاصل ہوتی ہے۔ اس راہ کے مسافروں کو اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کے سبب اپنے فضل و کرم سے خوب نوازتا ہے جب کہ اس کے کچھ مخصوص بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا انتخاب وہ خود فرماتا ہے اور انھیں ایسے حالات سے دوچار کرتا ہے کہ سیرت نبوی اور اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو تمام (خاص و عام) بندوں پر ظاہر ہو جاتا ہے اور ساری کائنات اسے خلیفۃ اللہ، نائب رسول اللہ، ولی اللہ اور محبوب الٰہی کے نام سے پکارنے لگتی ہے۔

انھیں چنندہ افراد میں سے ایک شیخ المشائخ، حضرت سرکار شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ ۱۳۰۰ھ میں مقام گوریارہ ضلع مظفرپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ عالیہ، کلکتہ سے فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ عربی تعلیم کے ابتدائی دور میں ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ وطن لوٹ گئے۔ کچھ دنوں تک گھر پر کاشت کاری کرتے رہے پھر اپنے چچا جناب اکبر علی صاحب کے ساتھ تلاش معاش میں کلکتہ کا سفر کیا۔ دوران سفر مرشد برحق حضرت شیخ عبدالسمیع مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور آپ ان سے وابستہ ہو گئے۔ یہاں سے روحانی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا جسے آپ کے

برادر طریقت مولیٰ علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ نے مرحلۂ تکمیل تک پہنچایا۔

بعدہ مسند دعوت و ارشاد پر متمکن ہوئے اور بہت جلد بہار کے مشہور خانقاہوں نے بھی آپ کو خلافت سے نواز دیا۔ تبلیغ دین کے لیے اپنے وطن مالوف سے ہجرت کی اور ''سرکانہی'' میں قیام فرمایا جو آپ کے وجود کی بدولت ''سرکانہی شریف'' ہو گیا۔ یہاں سے آپ کا دعوتی مشن مزید وسیع اور مستحکم ہو گیا۔

آپ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ایک خانقاہ قائم کیا جہاں پر آپ بذات خود لوگوں کی عملی تربیت کیا کرتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کی دینی ضرورتوں کے پیش نظر کئی مساجد تعمیر فرمائی۔ علمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کئی مدارس و مکاتب قائم کیے۔ آپ اپنے تربیت یافتہ افراد کو حسب ضرورت ان مساجد و مکاتب اور مدارس میں درس و تبلیغ کی غرض سے بھیجا کرتے تھے، وقتاً فوقتاً ہر جگہ کا دورہ کرتے اور ان کی مناسب رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کی زندگی کا بیش تر حصہ تبلیغی سفر میں گزرتا تھا۔

آپ مشکل سے مشکل ترین حالات میں بھی فرائض و واجبات بلکہ سنن و مستحبات کو بجا لانے میں کبھی کوتاہی نہیں برتتے بلکہ اس کے ترک پر آپ کو بہت ملال ہوتا۔ آپ دشمنوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر دشمن بھی اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاتا۔ آپ کے پاس مریدین و جاں نثاروں کا ہجوم ہوتا پھر بھی آپ اپنا کام خود کیا کرتے۔ آپ کی زندگی بالکل سادہ تھی۔ آپ کا وضع قطع اور لباس و بستر بالکل معمولی تھا۔ آپ سادہ غذا کو پسند فرماتے اور ایک ہی دسترخوان پر مل بانٹ کر کھاتے۔ اگر کہیں دعوت میں جاتے تو بھی پر تکلف کھانا کی جگہ سادہ غذا تناول فرماتے۔

آپ کو کتب بینی اور تلاوت قرآن مجید کا شوق تھا۔ آپ رات کا اکثر حصہ نفل نماز اور ذکر و اذکار میں گزارتے۔ عمر کے آخری ایام تک آپ مصروف عمل رہے اور طویل علالت کے بعد 1378ھ میں اس دار فانی سے

کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ.

آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سچے بندے اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث تھے۔ اس لیے آپ پوری زندگی مخلوق خدا کو راہ راست پر لانے اور انھیں تعلیمی، معاشی، سماجی اور سیاسی بحران سے نکال کر ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں مصروف رہے اور کلی طور پر پسماندہ مسلمانوں کو دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے بالمقابل کھڑا کر دیا بلکہ بعض کو ان کا پیشوا بنا دیا۔

آپ کے احوال و کوائف اور حیات و خدمات کی تفصیلات حافظ محمد حنیف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مظاہر قطب الانام المعروف بہ انوار قادری'' میں درج ہے۔ آپ کی سیرت کے باب میں اسے ام الکتاب اور بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت مولانا علی احمد جید القادری (مفقود الخبر) کی کتاب ''انوار صوفیہ المعروف بہ تحفۂ قادریہ'' میں بھی آپ کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے۔ آپ کی سیرت کے باب میں ماہنامہ ''جام نور'' کلکتہ اور ''غازیٔ ملت'' کلکتہ کا ''تیغی نمبر'' بھی کافی خصوصیت کا حامل ہے، مگر افسوس کہ یہ رسائل اب دستیاب نہیں۔

ان تمام تحریروں کے باوجود آپ کی سیرت و شخصیت کے بہت سارے ایسے پہلو ہیں جو اب بھی پردۂ خفا میں ہیں اور ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کا تذکرہ عوام و خواص کی زبان پر ہے مگر افسوس کہ علمی شہادت کی بنیاد پر تحقیق و تنقید اور تجزیہ کر کے اب تک ان کو تحریری شکل میں پیش نہیں کیا گیا۔

نمونے کے طور پر چند باتیں پیش خدمت ہیں:

* آپ کے عم محترم کا نام اکبر علی تھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے مگر آپ کے والد کا نام اب تک معلوم نہ ہو سکا۔ نہ یہ معلوم ہو سکا کہ آپ کی پرورش کس ماحول میں ہوئی اور آپ کے بچپن میں تسبیح و تحلیل کرنا، ماں کے قدموں کو بوسہ دینا، قدرتی مناظر میں کھوئے رہنا اور گوشہ نشینی

اختیار کرنے کے علاوہ سیرت نبوی کے مزید کن کن پہلوؤں کا آپ پر غلبہ تھا۔

* آپ نے فارسی زبان میں عالمی شہرت یافتہ ادبی کتابوں کا درس حاصل کیا ۔ ابتدائی زمانہ میں ہی آپ کا مشہور محاورہ ''لڑکا بغل میں ڈھنڈھورہ شہر میں'' کا ترجمہ ''خدا نزد است می جوید بہ صحرا'' کرنا آپ کے ادبی ذوق کا اعلی نمونہ ہے۔آپ اپنے ناصحانہ بیانات اور مواعظ میں مثنوی مولانا روم کے اشعار پڑھتے اور اس کی اتنی عمدہ توضیح وتشریح کرتے کہ نامور علمائے کرام انگشت بدنداں نظر آتے۔ ان تمام کے باوجود آپ کے ادبی ذوق کا تحریری ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ آپ نے شاعری بھی کی ہے اور تخلص وسیم رکھتے تھے۔

* آپ نے عربی زبان کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے باوجود قرآن مجید کی تلاوت فرمانے کے بعد اس کا نفیس ترجمہ اور لا جواب تشریح و توضیح فرماتے تھے۔ یہ سب کیسے ممکن ہے؟

* آپ کے بیاض میں بعض آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج ہیں۔ تو کیا صرف آیات ہیں یا ان کی تفسیر اور نکات بھی، نیز وہ تفسیر ماثور ہیں یا تفسیر اشاری ۔اسی طرح احادیث کس زبان میں ہیں اور ان کی تشریحات کی کیا نوعیت ہے؟ یہ سب تحقیق طلب باتیں ہیں۔

* آپ کی نجی لائبریری میں کتابوں کا ایک ذخیرہ موجود ہے جس سے آپ ہمیشہ استفادہ کیا کرتے اور پیش آنے والے مسائل کا حل خود تلاش لیا کرتے تھے۔ ان کتابوں کی نوعیت کیا ہے اور کس زبان میں ہیں، نیز آپ ان پر کچھ حاشیہ وغیرہ بھی قلم بند فرمایا کرتے ۔اسی طرح آپ کی لائبریری میں آپ کی کوئی ڈائری یا مخطوطہ بھی ہے جس پر کوئی تحقیقی کام کیا جا سکے۔

* آپ نے دور دراز کے طالبین کی روحانی تربیت کے لیے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی طرح خطوط اور مکاتیب کو ذریعۂ تبلیغ بنایا جو آپ اپنے

خلیفہ ومریدین و دیگر اصحاب کو ارسال کیا کرتے۔ ان خطوط کی نوعیت کیا ہوتی تھی اور اس میں کس تبلیغی منہج کو اپنایا جاتا تھا؟ کھوج کرنے کی ضرورت ہے۔

* سفر حج پر مرید ہونے والے افراد کا تعلق کس ملک سے تھا اور آپ تک ان کی رسائی کے کیا اسرار و رموز تھے ۔ اگر وہ غیر ہندوستانی تھے تو یہ مسئلہ اور بھی زیادہ اہم اور تحقیق طلب ہے۔

* آپ نے اپنے مرشد و مربی مولی علی لعل گنجی کی طرح ایک مقبرہ تعمیر کروایا تھا جس میں آپ کی والدہ و اہلیہ اور آپ مدفون ہیں ۔یہ بات اب بھی محل تحقیق ہے کہ آپ نے اس کی تعمیر کس کے لیے کی تھی اور اس کی شرعی حیثیت کیا تھی، نیز آپ کو کہاں دفن ہونا زیادہ پسند تھا ۔

*دین اسلام کی بقا اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دینا سنت رسول ہے اور تن من دھن قربان کر دینا سنت صحابہ ہے تو پھر آپ اس سنت سے کیسے اعراض کر سکتے تھے۔ آپ نے اسے بھی ادا کیا ہوگا مگر اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔صرف وصایا شریف میں اتنا ملتا ہے کہ آپ کے قائم کردہ دو دینی اداروں کو قائم و دائم رکھنے کی جو بہترین صورت ہو عمل میں لاتے رہیں۔

* اسی طرح آپ نے کثیر تعداد میں مساجد و مکاتب کی بنیاد رکھی اور تعمیر و ترقی کا حکم دیا، وہاں کی دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے امام و اساتذہ کو بھیجا اور بہت حدتک ان کی کفالت بھی کی۔ وہ درس گاہیں کن علاقوں میں ہیں۔ وہاں ان کی ضرورت کی نوعیت کیا تھی ،نیز اس میں حصہ لینے والے آپ کے جاں نثاروں کی تفصیل کیا ہے؟ کھوج کرنے کی ضرورت ہے۔

* آپ کی دعوت وتبلیغ سے گمراہ و بد مذہب مسلمانوں کی ہدایت کا اجمالی ذکر ہے مگر غیر مسلموں کے قبول اسلام کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اس کی حقیقت اور تفصیل معلوم کرنا بھی قابل توجہ ہے۔

* چونکہ آپ کی زندگی اسوۂ حسنہ کی عملی تفسیر ہے تو لازم ہے کہ مسند دعوت و ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد آپ مصروف جہاد بھی ہوئے ہوں گے اور یہ جہاد یہود و نصاری اور مشرکین کی شکل میں رونما ہونے والے افراد سے ہوا ہوگا۔آپ کی سیرت کے باب میں بد مذہب مسلمانوں کے ما بین تبلیغ کا اجمالی بیان ہے مگر باب جہاد تشنہ ہے حالانکہ آپ مصروف جہاد تھے۔ اس کی شہادت کے طور پر ایک نمونہ پیش خدمت ہے:

عالی جناب عبد العلی عزیزی (سابق ممبر نیشنل کمیشن برائے پسماندہ طبقات) بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد ماجد مولانا کاظم علی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں مدرسہ علیمیہ انوار العلوم کے شیخ الحدیث ہوا کرتے تھے اس وقت دعوتی وتبلیغی امور کی انجام دہی کے لیے آپ کو ہمہ تن مصروف رہنا پڑتا تھا اور اس سلسلے میں آپ کو کئی مقامات کا دورہ بھی کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کسی دعوتی اور تقریری پروگرام کے لیے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک غیر مسلم نے آپ کو سختی سے روکنے کی کوشش کی۔اس کی بری نیت کو دیکھتے ہوئے آپ بھی جلال میں آگئے اوراس کی کلائی پکڑکر اپنی گرفت میں لے لیا۔ آپ کی گرفت سے اس پر لرزہ طاری ہوگیا اور وہ پسینہ میں شرابور ہوگیااور آپ سے منت سماجت کر نے لگا جس کی وجہ سے آپ نے اسے معاف کر دیا اور سرکار سرکا نہی کے مشن میں مشغول ہو گئے۔ جب اس کی خبر سرکار سرکا نہی کو ہوئی تو آپ دامودر پور آئے اور اپنا عصا مبارک ان کو عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اب دیکھتے ہیں مولانا کو کون روکتا ہے؟''

* مرتبۂ دعوت و ارشاد پر فائز ہونے سے پہلے آپ کی سیرت میں اسوۂ حسنہ میں سے کن کن امور کا عکس نمایاں تھا کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات با برکات اعلان نبوت سے پہلے بھی ایک عظیم، صالح اور قابل تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

* صفات محمودہ و مذمومہ کی بنیاد پر پذیرائی اور ہرزہ سرائی ایک فطری امر ہے جو بسا اوقات القاب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور انسان کی پہچان بن جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے اصل نام کو بھول جاتے ہیں مثلا ابو ہریرہ اور ابوجہل۔ اس مقام پر لقب دینے والے کی عظمت و بڑائی کی بھی کافی اہمیت ہوتی ہے۔ اس تناظر میں آپ کے القاب کی عقدہ کشائی بھی تحقیق طلب ہے جو بلا شبہ آپ کی عظمت و برتری پر دال ہے۔

* جب آپ مسند دعوت و ارشاد پر متمکن ہو گئے تو بہار کی مشہور خانقاہوں نے آپ کو اجازت و خلافت دے کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ اب دیارِ پورب کی تبلیغی ذمہ داری آپ کے سپرد ہے۔ چنانچہ آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھایا۔اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب عبد العلی عزیزی بیان کرتے ہیں کہ حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرے والدمولانا کاظم علی رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ علیمیہ انوار العلوم میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے بھیجا تھا۔ کچھ دنوں بعد مولانا موصوف نے حافظ ملت سے درخواست کی کہ حضوراس ناچیز کو اب آپ اپنی خدمت میں بلالیں تو آپ نے بر جستہ فرمایا کہ ادھر (یو. پی) کے لیے تو میں ہوں ہی، ادھر (دیار پورب) میں کوئی نہیں ہے آپ ادھر کا سنبھالیے۔ چنانچہ آپ پہلے سے زیادہ ذمہ داری اور مستعدی کے ساتھ سرکار سرکا نہی کے مشن میں سرگرم ہو گئے۔

حافظ ملت کے اس فرمان کی صداقت کے لیے ہمیں اس زمانے میں دیار پورب میں قائم عالیہ وفوقانیہ سطح کے مدارس کی فہرست تیار کرنا ہوگا۔ بعدہ، ان کا تعلیمی معیار و منہج اور طلبہ کی تعداد نیز ان مدارس کی اہم خدمات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ اس سے جو نتیجہ بر آمد ہوگا اس سے ان کے قول کی صداقت کے ساتھ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم کی خدمات کا اتنا زبردست تعارف ہو جائے گا کہ مخالفین

بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

* تحریک آزادی میں چمپارن ستیہ گرہ (1917ء) کو اہم مقام حاصل ہے جس میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے تقریبا پانچ سال بعد آپ مسند دعوت و ارشاد پر جلوہ گر ہوتے ہیں اور مظفرپور و چمپارن میں دیوبندیوں وہابیوں کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔ اس وقت شاہ محی الدین پھلواروی سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ (جنھوں نے آپ کو 1930ء میں خلافت سے نوازا تھا) انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد ہیں اور قوم مسلم کی پیشوائی کررہے ہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ انھوں نے آپ کو شرکت جہاد کی دعوت نہ دی ہو؟ نیز چمپارن کے مسلمانوں کا شریک جہاد ہونا ان کی معاشی مجبوری تھی پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کی پیشوائی نہ کی ہو مگر آپ کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

* آپ نے اپنے دائرۂ کار میں آنے والے افراد کو دنیا کی سب سے منفعت بخش اور محسن انسانیت کا پسندیدہ پیشہ یعنی تجارت کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ نے صرف تجارت یا کسی مخصوص تجارت کا حکم دیا تھا، یہ بھی محل تحقیق ہے کیونکہ آپ کے معتقدین جس تجارت میں پیش قدمی کرتے ہیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

* ہندوستان میں ذات برادری کی بنیاد پر امتیاز وتفریق کی روایت بہت قدیم ہے۔ چنانچہ پورے ہندوستان میں خصوصیت کے ساتھ مظفرپور اور چمپارن میں آج بھی ایسی مسلم قوم آباد ہے جسے ذات برادری کی بنیاد پر مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ مسلمان تسلیم نہیں کرتا مثلاً بھٹیارا، پمریا، بکھو اور حلال خور (وغیرہ) اور یہ سب تعلیمی پس ماندگی کا نتیجہ ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق ان میں آج بھی مشرکانہ اور ہندوانہ رسم و رواج موجود ہیں بلکہ آپ کی برادری میں بھی بعض ہندوانہ بلکہ مشرکانہ رسم و رواج موجود ہیں مثلاً بیڑہ (کشتی) بنا کر اس پر فاتحہ دلانا

اور اسے نہر یا تالاب میں بہانا، چیچک کی بیماری میں کسی دیوی ماں کو پوجنا اور اس کے احترام میں ہندوانہ رسم کو بجالانا اور شادی بیاہ میں گانا بجانا۔ وغیرہ وغیرہ

آپ کی سوانح و تذکرہ کی کتابوں کے مطالعہ یا اکابرین علما و اخیار کی گفتگو سننے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ تا حیات مساعد اور نا مساعد ہر حال میں اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے پر قائم رہے۔ سخت ترین مشقتیں برداشت کر کے صرف دین ہی نہیں بلکہ اسوۂ حسنہ کو ہم تک پہنچایا تا کہ ہم دنیوی و اخروی کامیابی و کامرانی کو حاصل کرسکیں مگر افسوس کہ ہم نے ان کے کارناموں کو بھلا دیا اور آج دنیا (اہل سیاست وسماجی خدمت گار) ان کی محنت و مشقت سے کھڑی کی ہوئی عمارت پر رنگ و روغن چڑھا کر خود کو اس کا بانی اور معمار تسلیم کروا رہی ہے۔

آج اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ علما و دانشوران اور خصوصا سلسلۂ تیغیہ سے منسلک افراد ان امور کی طرف توجہ دیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنی تحقیقات تحریری شکل میں پیش کریں یا کم از کم اپنی معلومات اہل علم حضرات تک پہنچائیں تا کہ انھیں اس کام میں آسانی ہو اور سلسلۂ تیغیہ کے حوالے سے ایک بڑا تحقیقی کام انجام دیا جا سکے۔

یہ رسالہ میری ذاتی تحقیق وتصنیف نہیں بلکہ ان قد آور علمی شخصیات کے احساسات وتحقیقات کا مجموعہ ہے جنھیں سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی صحبت نصیب ہوئی اور ان سے اکتساب فیض کا موقع میسر آیا۔ آپ کے قدردانوں کی فہرست میں تقریبا تمام اکابرین علمائے عصر شامل ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کی تحریروں کو اس رسالہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ بقیہ علما و دانشوران کی تحریروں کو دوسری جلد میں شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

اس رسالہ میں قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا

مضمون کافی اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے آپ کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور آپ کے سلسلہ کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔ دیگر حضرات کے مضامین ذاتی مشاہدات و احساسات پر مشتمل ہیں۔ البتہ مفتی عبدالحمید حامد القادری صاحب کا مضمون آپ کے مختصر سوانح کے ساتھ آپ کی ان نمایاں خدمات اور تعلیمات پر مشتمل ہے جن کو ہم نے بھلا دیا ہے۔

اس مختصر رسالہ میں سرکار سرکانہی کی حیات و خدمات کے ساتھ آپ کے سلسلہ کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس سے ارباب حل و نقد کوان گوہر نایاب کو پیش کوکرنے میں مدد ملے گی جن تک ہم جیسے کم علم وفہم اور کم عقل و دانش کی رسائی ممکن نہیں ۔

اللہ تبارک وتعالی شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد رحمت حسین
ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔25
Mb. No. +91-9718601038
Email: rahmatjmi87@gmail.com

m

حضرت سرکارِ سرکانہی ولادت سے وصال تک

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

(آپ کا یہ مضمون اولاً جام نور کلکتہ کے تیغی نمبر میں "حیات شیخ المشائخ حضرت محبوب اولیاء الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی قدس سرہ العزیز" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس کی مقبولیت کے پیش نظر حضرت صوفی شاہ قربان علی تیغی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ان کے علاوہ مختلف حضرات نے اسے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ اس کی جامعیت کے پیش نظر ہم نے مکمل مضمون یہاں نقل کر دیا ہے۔ مرتب)

اسم گرامی: شاہ محمد تیغ علی، **لقب:** شیخ المشائخ سرکار اقدس ، **وطن مالوف:** موضع گوریارہ ضلع مظفر پور بہار، **ولادت:** 1300ھ **وفات:** یکم ربیع الثانی 1378ھ، **مدفن:** موضع سرکا نہی شریف ضلع مظفر پور، بہار۔

دیدۂ شوق کو دعوت نظارہ: حضرت شیخ المشائخ موجودہ صدی میں فضل خداوندی اور عشق وعرفان کی ایک ایسی کھلی ہوئی نشانی تھے کہ پہلی ہی نظر میں دیکھنے والوں کا یقین چیخ اٹھتا تھا کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ ان کی ولایت و خدا

شناسی کے لیے یہ دلیل سب پر بھاری ہے کہ ان کی ایک نگاہ التفات سے دلوں کے بے شمار ویرانے آباد ہوئے۔ روح کے چمنستانوں میں بہار آئی اور لاکھوں بھٹکے ہوئے انسان ''مردان خدا'' کے گروہ میں شامل ہو گئے۔

گو وہ آج نظر کے سامنے نہیں ہیں لیکن ان کا باطنی فیضان آسمان کے بادل کی طرح دلوں کے آفاق پر چھاتا رہا ہے۔ ان کے سلسلے کے غلاموں کا باطنی کیف اہل باطن ہی جان سکتے ہیں لیکن ظاہری حال اتنا آراستہ ہے کہ بیساختہ ایک مرد مومن کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ ظاہر کا یہ انقلاب، بلاشبہ باطن کی صحت مندی اور روح کی طہارت و آرائش کی نشان دہی کرتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ کے قدردانوں کی صف میں صرف عوام ہی نہیں ہیں وہ اہل علم خواص بھی ہیں جن کی دینی برتری مذہبی پیشوائی اور دیانت و ثقاہت پر زمانہ اعتماد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلی حضرت سرکار مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ، امام المفسرین حضرت صدر الافاضل شاہ حکیم محمد نعیم الدین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ حکیم ابو العلاء امجد علی صاحب قبلہ مصنف بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم ہند حضرت مولانا شاہ سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین احمد صاحب فاضل بہاری رحمۃ اللہ علیہ، بحرالعلوم حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولانا الحاج شاہ محمد رفاقت حسین صاحب قبلہ دنیائے اسلام کے یہ سارے مشاہیر حضرت شیخ المشائخ کی روحانیت و ولایت سے متاثر ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ علم وحکمت کی امامت کے منصب پر فائز ہیں بلکہ اپنی اپنی جگہ پر خود بھی روحانیت وطریقت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اس لیے ان کی شہادتیں ایک

جانکار اور باخبر کی شہادت کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل اعتماد اور مستند ہیں۔

ان حالات میں فطری طور پر ہر شخص کے دل میں حضرت شیخ المشائخ کے متعلق یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوگی کہ وہ کون تھے؟ کہاں پیدا ہوئے؟ تصوف وطریقت کے کس خانوادے سے ان کا تعلق تھا؟ اور ان کی زندگی کے عام حالات کیا تھے؟

ویسے حضرت شیخ المشائخ کی زندگی پر کئی مفید کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر مظاہر قطب الانام، انوار صوفیہ، ہدایت المریدین اور اعزاز قادری قابل ذکر اور مستند کتابیں ہیں اور ان ثقہ حضرات کی چشم دیدہ روایات پر مشتمل ہیں جو حضرت شیخ المشائخ کی حیات ظاہری میں شب و روز ان کی بارگاہ کے حاضر باش تھے۔ اس لیے یہ کتابیں براہ راست حضرت شیخ المشائخ کے حالات سے ہمیں روشناس کرتی ہیں۔ اب آنے والے دور میں جو بھی حضرت کی حیات طیبہ پر قلم اٹھائے گا ان کتابوں کو اصل ماخذ کی حیثیت سے سامنے رکھنا ناگزیر ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین و جامعین خود بھی اہل علم اور اصحاب قلم ہیں بالخصوص حضرت مولانا شاہ محمد حنیف صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد علاء الدین صاحب اور فاضل نوجوان حضرت مولانا جیدالقادری صاحب یہ سب کے سب تیغی سلسلے کے مشاہیر اہل علم ہیں۔ ان حضرات کی تحریریں پڑھ کر معلومات کی وسعت اور زبان وقلم کی سلامت روی کا یقین جاگ اٹھتا ہے۔

ہندوپاک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تیغی حلقوں میں مرید باصفا جناب صوفی شاہ قربان علی صاحب تیغی کی ادائے عاشقانہ ضرب المثل بن چکی ہے۔ شیخ کے چمنستان عقیدت کے لیے ان کے جگر کے خون کا کوئی آخری قطرہ بھی طلب کرے تو انھیں ذرا بھی دریغ نہ ہوگا وہ اپنی زندگی اور زندگی کی پوری

کائنات شیخ کے قدموں میں نثار کر چکے ہیں۔

ادارۂ جام نور (کلکتہ) کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے ان کی یہ خواہش قابل احترام ہے کہ عرس شریف کے موقع پر ''تیغی نمبر'' کا خراج عقیدت صاحب عرس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔جولائی کا یہ ''جام نور'' جو سرکار کی زندگی کے مختلف گوشوں پر حاوی ہے، تیغی برادران طریقت کے لیے تسکین قلب و روح کا بہترین ذریعہ ہے۔ اب ذیل میں حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق چند بکھرے ہوئے گلہائے عقیدت ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلۂ طریقت: سیکڑوں برس کی بات ہے کہ سیال کوٹ پنجاب میں امام طریقت حضرت صوفی آبادانی رحمۃ اللہ علیہ نام کے ایک بزرگ گزرے جن سے سلسلۂ آبادانیہ کی شاخ پھوٹی۔ اپنے سلسلے کے امتیاز کے لیے انھوں نے سیاہ رنگ کا ایک رومال ایجاد کیا جس کے چاروں گوشوں پر نقطے والے نقوش بنے ہوئے ہیں سلسلۂ آبادانیہ میں مرید ہونے والوں کو آج بھی یہ رومال دیا جاتا ہے۔ رومال کے چاروں گوشوں پر جو پھول بنے ہوئے ہیں اہل باطن انھیں چہار رموز کی علامت سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اوپر کی طرف ساتویں کڑی میں حضرت امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، جب کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ مبارکہ ۲۹ویں کڑی میں سرکار رسالت ﷺ کی ذات قدسی صفات تک منتہی ہوتا ہے۔حضرت صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کے نیچے تیسرے شیخ الطائفہ حضرت عظیم البرکہ مولانا سید شاہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا مزار مبارک محلّہ گنج شہر آرہ میں ہے۔ ان کے بارہ خلفا مشہور ہیں۔ خلیفہ ششم حضرت شیخ الطریقہ مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ المشائخ کو بیعت ارشاد حاصل ہے اور

خلیفہ دوازدہم حضرت صوفی شاہ حکیم سید جلال الدین جڑہوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ہے، اس لیے حضرت فریدی بھی ہیں۔ چونکہ خانقاہ پھلواری کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانوادۂ مجیبیہ کے جملہ سلاسل کی اجازت آپ کو عنایت فرمائی تھی اس لیے حضرت سرکار اپنے آپ کو مجیبی بھی کہتے تھے۔

اس طرح حضرت شیخ المشائخ آبادانی، فریدی اور مجیبی ہیں لیکن خانقاہ شریف آبادانی سے منسوب ہیں۔

عہد طفلی: کسی بھی بڑے انسان کی سوانح حیات میں اس کے عہد طفلی کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہی وہ زمانہ ہے جب کہ فطرت بغیر کسی حجاب و واسطہ کے اس کی عظمتوں کی نشان دہی کرتی ہے۔حضرت شیخ المشائخ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا اپنے لخت جگر کے ابتدائی حالات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا کہ میری گود سے اتر کر کسی اندھیرے مکان کے گوشے میں وہ دو زانو بیٹھ جاتے اور انگلیوں پر کچھ گنتے رہتے کبھی آسمان کی طرف انگلیوں کا اشارہ کرتے۔ راتوں کو جب مجھے نیند آ جاتی تو میرے پہلو سے اٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور میرے پاؤں کے تلوؤں سے ہاتھ مس کر کے اپنے چہرے پر ملا کرتے یہاں تک کہ میری آنکھ کھل جاتی۔

فرماتی ہیں کہ اپنے بچے کے عجیب و غریب حالات دیکھ کر میں اکثر اندیش ناک رہتی کہ مبادا یہ نعمت عظمی کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ حالات بیان کرتے ہوئے ایک بار آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ آئے اور تحدیث نعمت کے طور پر کہنے لگیں کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میری کوکھ سے ایک ہونہار ولی پیدا کیا۔

ایک مجذوب سے ملاقات: اولیائے کاملین کی سوانح میں کسی نہ کسی مجذوب

سے ملاقات کا واقعہ ضرور ملتا ہے۔ واقعات کا یہ التزام مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ کسی لکڑی کو سلگانے کے لیے اگر آگ کا اتصال ضروری ہے تو عشق الٰہی کے سوز وتپش سے دلوں کو گرمانے کے لیے یقیناً کسی آتش کدے کے قریب جانا ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ المشائخ کو بھی اس راہ سے گزرنا پڑا۔ مظفر پور کے مشہور مجذوب حضرت داتا کمبل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی ملاقات اور ان کی طرف داتا صاحب کی راز دارانہ توجہ حضرت شیخ المشائخ کے عہد طالب علمی کا نہایت مشہور واقعہ ہے۔

زمانۂ تعلیم کا ایک عجیب وغریب واقعہ: جس زمانے میں آپ مولوی سبحان علی صاحب مرحوم کے حلقۂ درس میں ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے اس وقت کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ استاد نے فارسی بنانے کے لیے اردو کے چند جملے دیے۔ ان میں سے ایک جملہ یہ بھی تھا ''ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں'' حضرت شیخ المشائخ نے اس جملہ کا جو ترجمہ فرمایا اس نے مستقبل کے چہرے سے سارے نقاب الٹ کر رکھ دیے۔ کاپی پر نگاہ ڈالتے ہی استاد کی روح جھوم اٹھی اور بے اختیار زبان سے یہ جملہ نکلا ''بلا شبہ یہ لڑکا اپنے زمانے میں یکتائے روزگار اوردانائے اسرار ہوگا'' ترجمہ یہ تھا '' خدا نزداست می جوید بہ صحرا'' یعنی خدا قریب ہے اور لوگ اسے صحرا میں ڈھونڈ ھتے ہیں۔ یہ صرف ترجمہ نہیں تھا اپنے واردات کی ترجمانی بھی تھی۔

ابتدائی تعلیم مکمل ہو جانے کے بعد آپ اپنے عم محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کے ہمراہ کلکتہ تشریف لائے اور مدرسہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ فارسی کی معیاری کتابیں ختم کر لینے کے بعد درجۂ عربی میں داخلہ ہوا لیکن ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ والد ماجد علیہ الرحمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چارۂ کار سلسلۂ تعلیم ختم کر دینا پڑا۔ کاشت کاری کے کاروبار کی نگرانی کے لیے آپ کے چچا نے آپ کو مکان بھیج

دیا۔ کتب بینی کا شوق اور مطالعہ کا سلسلہ چونکہ زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہا اس لیے حضرت شیخ المشائخ نے گو بظاہر درس نظامیہ کی تکمیل نہیں کی تھی لیکن معلومات کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ علوم ظاہری میں بھی آپ مکمل تھے۔

منزل کی طرف پہلا قدم: چند ہی سال کے بعد اپنے عم محترم کی طلبی پر آپ نے دوبارہ کلکتہ کا سفر کیا۔ ویسے بظاہر یہ سفر طلب معاش کے لیے تھا لیکن مشیت الٰہی کچھ اور انتظام کر چکی تھی۔ خضر راہ سے ملاقات کے لیے کلکتہ ہی کی سرزمین علم الٰہی میں مقدر ہو چکی تھی۔ یہیں سے زندگی کا وہ دور شروع ہوا جس نے دیہاتی گھرانے میں جنم لینے والے ایک مرد گمنام کو اپنے وقت کا شیخ المشائخ بنا دیا۔

بچپن ہی سے اورادو اذکار اور نماز وتسبیح سے جو قلبی لگاؤ اور روحانی ذوق تھا، اب وہ نقطۂ شباب پر پہنچ چکا تھا۔ فرائض ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کا سارا وقت انھی مشاغل میں گزرتا تھا۔ ٹھیک اس وقت جب کہ ایک روحانی انقلاب کے لیے باطن کی فضا ہموار ہو چکی تھی اور ولولۂ شوق کا اضطراب دل کے دروازے پر دستک دے رہا تھا سراج السالکین حضرت حافظ شاہ فریدالدین صاحب شاہ آبادی قدس سرہ العزیز کے خلیفۂ پنجم حضرت عظیم البرکۃ مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کلکتہ رونق افروز ہوئے۔ آپ کی بزرگی اور کشف وکرامات کی سارے شہر میں دھوم مچ گئی۔ شدہ شدہ حضرت تک بھی یہ خبر پہنچی۔ بس اب کیا تھا۔ اچانک عشق الٰہی کا جذبۂ شوق جاگ اٹھا اور ایک نامعلوم کشش سے دل کا حال قابو سے باہر ہو گیا۔ اسی عالم میں اٹھے اور ''پیرمغاں'' کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ شیخ کے روئے تاباں پر نظر پڑتے ہی دل کا عالم بدل گیا۔ شیخ نے بھی پہلی ہی نگاہ میں سعادت و ارجمندی کے وہ سارے آثار پڑھ لیے جو لوح جبیں پر جگمگا رہے تھے۔ نہایت شفقت و التفات کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا خیریت پوچھی، حالات دریافت کیے۔ شیخ کامل کی

توجہ باطنی کا تصرف کہا جائے کہ پہلی ہی ملاقات میں حضرت شیخ المشائخ کی حالت متغیر ہوگئی۔ دل کیف و انبساط سے بھر گیا بال بال سے شوق کی چنگاری پھوٹنے لگی بے ساختہ عرض کیا ''مجھے اپنے حلقہ غلامی میں داخل کر لیا جائے'' وقت آ گیا تھا کہ تشنہ روح کو چشمۂ عرفان تک پہنچا دیا جائے۔ اس التجائے شوق پر شیخ کامل کی آنکھیں چمک اٹھیں راہ عشق وطلب کے ایک ارجمند مسافر کو پا کر گویا آج منزل کا رہنما بھی اپنے تئیں مسرور تھا۔ ہاتھ پکڑا آنکھیں بند کیں اور دیر تک محویت و استغراق کا عالم طاری رہا۔ آنکھیں کھلیں تو ایک طالب صادق کی روح کا رشتہ مشائخ سلسلہ کی ارواح طیبات سے مربوط ہو چکا تھا۔

کسے معلوم کہ اس وقفے میں کہاں کہاں کی سیر ہوئی اور ایک ہاتھ کتنے ہاتھوں سے گزرتا رہا۔ حاضرین بزم کو صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ حضرت شیخ المشائخ جب اس مبارک مجلس سے اٹھے تو پورا سراپا دریائے کرم کی موجوں میں شرابور تھا۔ شیخ کامل نے چلتے وقت فرمایا'' روز اسی وقت آیا کرو''

باطنی دنیا میں جشن مسرت: مرشد کی بارگاہ سے سرفراز و شادکام ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوگئی۔ نظر چار ہوتے ہی اس نے یہ شعر پڑھا ؎

نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ مست تو　　چشم آہو در بیاباں از نگاہ مست تو

اس کے بعد کانوں میں دیر تک یہ جملہ گونجتا رہا ''ہاں جی! مردوں کا یہی کام ہے'' حضرت شیخ المشائخ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر جب اپنے بستر پر تشریف لے گئے تو خواب کے لیے آنکھیں بوجھل تھیں چند ہی منٹ میں نیند آ گئی عالم بدل چکا تھا۔ سلسلے کے بزرگوں کی ارواح طیبات نے اپنی زیارتوں کا شرف بخشا اور اپنی معنوی نسل کے ایک فرزند جلیل کو چشم التفات کی پناہ گاہ میں لے گئے۔ عالم ظاہر سے لے کر عالم باطن تک ہر جگہ حضرت شیخ المشائخ کی

سرفرازیوں کا خیر مقدم ہوا۔

روحانی ترقیوں کا نیا دور: جب تک مرشد کامل کلکتہ میں مقیم رہے حضرت شیخ المشائخ ہر روز بعد نمازِ مغرب پیادہ پا حاضر دربار ہوتے اور رات گئے تک سلسلے کے اذکار و اشغال اور طریقت وسلوک کے رموز و اسرار کی تعلیم حاصل کرتے۔ شیخ کے ساتھ گھنٹوں مراقب رہتے۔ جس دم کے ساتھ ایک نشست میں بارہ ہزار ذکر نفی و اثبات کی مشق پہلے ہی سے تھی شیخ کے فیضان توجہ سے یہ صلاحیت نکھر گئی۔

حضرت شیخ المشائخ کے واقعۂ بیعت کا یہ رخ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بیعت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب کہ شیخ کی روحانی عظمت نقطۂ انتہا پر پہنچ چکی تھی اور عالم قدس کا پیامی زندگی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ چنانچہ کلکتہ سے رخصت ہوتے وقت شیخ کامل نے اشاروں اشاروں میں اس امر کی اطلاع دے دی تھی کہ یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں اب مجھ سے ملاقات نہیں ہوگی۔

اس خبر سے طالب صادق کے دل پر بجلی گر پڑی۔ بے قرار ہو گئے۔ اشک بار آنکھوں کے ساتھ عرض کیا''حضور میرے لیے کیسا حکم ہوتا ہے'' ارشاد فرمایا اطمینان رکھو صبر سے کام لو یہ جدائی عالم اجسام کی ہے ورنہ میری روح ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گی۔ مزید تسکین قلب کے لیے سر پہ دست شفقت رکھا اور اپنے خلیفۂ راشد عارف باللہ حضرت مولا علی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''تم ان کے پاس آتے جاتے رہا کرو، تمھاری عظمت کمال کا باقی حصہ انھی کے ذریعہ مکمل ہوگا۔''

شیخ کامل اپنے عاشق زار کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ چند ہی دنوں کے بعد اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت شیخ نے ہمیشہ کے لیے

داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ شیخ کی مفارقت کا غم زندگی کے آخری لمحے تک رہا۔ آتش ہجر کے اٹھتے ہوئے شعلوں کو اگر شیخ کامل کے جانشین حضرت مولاعلی لعل گنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈا نہ کر دیا ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ ایک عاشق دل گیر کی بے چینیوں کا کیا عالم ہوتا۔

حضرت شیخ المشائخ کے اخلاق باطنی ، شوق طلب اور کسر نفسی کی یہ شان بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ پیر بھائی ہوتے ہوئے بھی شیخ کے جانشین کو بالکل شیخ کی طرح ساری عمر مانتے رہے۔ادب و احترام، خدمت وتواضع ،تعلیم و استفادہ ہر رخ سے یہ ادا ٹپکتی رہی کہ ایک طالب صادق اپنے شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہے۔آپ نے اپنے مرشد کے جانشین کی جیسی خدمت کی اب خود مرشد کے حق میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ابتدائی ایام میں حضرت شیخ المشائخ دن بھر اپنا کام کرتے اور شام کو بعد نمازِ مغرب مرشد کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور رات گئے تک اذکار واشغال میں مصروف رہتے لیکن 1340ھ میں جب کہ مرشد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قلب مضطرب صدمات کی تاب نہ لا سکا تو سارا کاروبار یک لخت چھوڑ کر آپ اپنے شیخ کے جانشین حضرت شاہ مولا علی کی سرکار میں رہنے لگے۔

حیرت انگیز مجاہدہ: بائیس سال تک علائق دنیا سے بے تعلق ہو کر حضرت شیخ المشائخ نے جس شان سے ریاضات شاقہ کیے ہیں اور جس شیفتگی کے ساتھ مرشد کے جانشین کی خدمت انجام دی ہے اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔واقعات کے چشم دیدراویوں نے شب و روز کا جو معمول نقل کیا ہے، اس کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

عشا کی نماز اور معمولات سے فارغ ہو کر جونہی حضرت شاہ صاحب بستر پر تشریف لے جاتے آپ سر پر تیل کی مالش کرتے ، پھر بدن دباتے، جب تک

وہ خود چھوڑ نے کو نہیں فرماتے دباتے رہتے، جب اس سے فراغت ملتی اور حضرت شاہ صاحب سو جاتے تو آپ دبے پاؤں اٹھتے اور اذکار و اشغال میں مصروف ہو جاتے ، درمیان میں چند گھنٹے آرام کرتے پھر تہجد کے وقت اٹھتے اپنے شیخ کو وضو کراتے اس کے بعد خود وضو کرتے اور حضرت شیخ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے اس کے بعد صبح تک دونوں بزرگ شغل نوری میں مصروف رہتے۔ جونہی اذان کی آواز کان میں آتی دونوں حضرات مسجد میں پہنچ کر نمازِ باجماعت ادا فرماتے۔

نمازِ فجر کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے ناشتے کا اہتمام فرماتے جملہ حاضرین مجلس کو ناشتہ کرانے کے بعد شیخ کا جوپس خوردہ ملتا اسے خود تناول فرماتے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی رنگ سازی کی دکان کھولتے اور سارا دن اس میں لگے رہتے لیکن توجہ ہمیشہ مرشد کی طرف رہتی۔

کہتے ہیں کہ روشن ضمیری کا عالم یہ تھا کہ حضرت شاہ صاحب کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی فوراً آپ کے دل پر القا ہو جاتا اور آپ کہیں بھی رہتے حاضر ہو جاتے ،حضرت شاہ صاحب پان کے بہت عادی تھے ،کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق پیش آجاتا کہ منھ میں پان کی پیک بھر جاتی اور اگالدان نزدیک نہ ہوتا تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں میں پیک لے کر اسے احتیاط سے کہیں ڈال دیتے۔

انھی خدمات و مجاہدات کی برکتیں تھیں کہ شاہ صاحب نے آپ کو الطاف کریمانہ سے نہال کر دیا۔ شاہ صاحب پیار سے آپ کو میاں جی کہا کرتے تھے۔ متعدد بار فرط محبت میں ارشاد فرمایا ''جو میاں جی کا نہیں وہ میرا نہیں۔'' جو میاں جی کا دوست وہ میرا دوست۔'' کسی شیخ طریقت کی بارگاہ کا یہ اعزاز معمولی نہیں ہے۔ روحانی اتصال کے بعد ہی کسی کو اس مقام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

مسند خلافت و ارشاد پر جلوہ گری: بائیس سال کی مسلسل جدو جہد کے بعد

جب مقامات سلوک اور روحانی مدارج کی تکمیل ہوگئی تو شیخ طریقت عارف زمانہ حضرت شاہ مولا علی رحمۃ اللہ علیہ نے پیران سلاسل کے اشارے پر بتاریخ 20 جمادی الآخری 1341ھ اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا شاہ سمیع احمد صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر مجمع عام میں اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر دستارِ خلافت باندھی اور آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مزار مبارک کے قریب لے گئے اور عرض کیا

''لیجیے! جو حضور کا حکم تھا اس کی تعمیل کرکے حاضر خدمت کردیا۔ اب آگے سرکار کو اختیار ہے''

دوسرے سال جب حضرت شیخ المشائخ خان پور اپنے مرشد برحق کے عرس میں حاضر ہوئے تو رات کو بعد اختتام مجلس جب سارے زائرین سو گئے اور ہر طرف خموشی کا سناٹا طاری ہوگیا۔ آپ دبے پاؤں اٹھے اور پیرو مرشد کے مزار پہ مراقب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ مکاشفہ ہوا کہ مزار مبارک کھلا ہوا ہے اور سرکار اقدس مسکراتے ہوئے بہت سارے چھوٹے بڑے صندوق آپ کو مرحمت فرما رہے ہیں اور یہ ارشاد فرماتے جاتے ہیں کہ میاں جی! یہ سب میں تمھیں دیتا ہوں۔ معرفت و اتقان کے یہی وہ گنج ہائے گراں مایہ تھے جو ساری زندگی شیخ المشائخ کی سرکار سے تقسیم ہوتے رہے اور اب ان کی آرام گاہ کی چوکھٹ سے یہ باڑا بٹتا ہے۔

کشورِ قلوب میں ولایت کا غلغلہ: مسند ارشاد پر جلوہ گر ہونے کے بعد مشرقی ہندوستان میں آپ کی ولایت و بزرگی کا غلغلہ بلند ہوگیا۔ جدھر سے گزرتے پروانوں کی بھیڑ لگی رہتی۔ نگاہ پڑتے ہی دلوں کا نقشہ بدل جاتا، چشم زدن میں روح کی کثافت دور ہو جاتی۔ جو حلقۂ غلامی میں داخل ہو جاتا آناً فاناً اس کی زندگی کی شام وسحر شریعت طاہرہ کے سانچے میں ڈھل جاتی۔

جب طالبین و ذاکرین کا ہجوم بہت زیادہ بڑھنے لگا اور آپ کے آبائی وطن موضع گوریارہ کا رہائشی مکان مہمانوں کے لیے تنگ ہوگیا تو آپ سرکانہی شریف ہجرت فرما کر آ گئے اور یہاں ایک وسیع رقبۂ زمین پر خانقاہ کی بنیاد ڈال دی۔

اب اس ویرانے میں ایک چمن آباد ہے۔ شیخ المشائخ کا مزار اقدس بھی اسی سرزمین پر مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ایک عرصۂ دراز تک اسی مقام سے آپ نے روحانی برکتوں کا خزانہ لٹایا اور لاکھوں بندگان خدا کو خدا شناسی کی دولت سے مالا مال کیا۔ سیکڑوں برائیوں کا قلع قمع کیا جو مسلمانوں کے معاشرے میں داخل ہوگئی تھیں۔ باطنی تربیت اور نفس کا تزکیہ کرکے ہزاروں افراد کو باخدا بنا دیا۔ ملک کے مختلف صوبوں میں آج بھی حضرت شیخ المشائخ کے خلفا کی بہت بڑی تعداد خدمت خلق میں مصروف ہے اور ہر شخص اپنی جگہ پر ہدایت و ارشاد کا مسند نشیں ہے بلکہ خود ان کے خلفا کا بھی ایک وسیع سلسلہ ہے جو زمین کے مختلف حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ یقیناً یہ ساری برکتیں حضرت شیخ المشائخ کی روحانی برتری، دینی اخلاص اور قوی ترین نسبت سلسلہ کی ہیں۔

شیخ المشائخ کا مسلک: حضرت شیخ المشائخ ایک پابند شرع اور نہایت درجہ متبع سنت بزرگ تھے۔ عبادات سے گزر کر معاملات، خورد و نوش، رہن سہن، لباس و معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں سنت کا حد درجہ التزام فرماتے تھے۔ ایک بار سخت بیمار ہوئے، شدت کرب سے بستر پر کروٹ بدلتے رہے اسی حالت میں پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی استنجے کے لیے پانی ساتھ تھا۔ کلوخ ہمراہ لے جانا بھول گئے تھے جونہی فراغت کے لیے بیٹھے کلوخ یاد آ گیا اسی حالت میں واپس چلے آئے اور کلوخ ہمراہ لے کر گئے۔

اسی طرح ایک بار بلڈ پریشر کا دورہ پڑا۔ عین شدت تکلیف میں جب رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو یاد آ گیا کہ سر کھلا ہوا ہے۔ اٹھ کھڑے ہو گئے اور سر پر

کچھ رکھ لیا تب بیٹھے۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے معمولی جزئیات میں جوآداب شرع کا اس قدر التزام رکھتا تھا، فرائض و واجبات اورسنن موکدات میں اس کےتقوی کا کیا حال ہوگا۔عقائد کےسلسلے میں عام پیشہ ور پیران زمانہ کی روش کےمطابق وہ صلح کل کے قائل نہیں تھے بدمذہب، بے دین اور گستاخ فرقوں کے خلاف قولاً وعملاً نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے میں انھیں کبھی کوئی مصلحت مانع نہیں آئی۔ غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندیوں سے سخت اجتناب فرماتے تھے اور اپنے متوسلین و خلفا کو بھی ان سے علاحدہ رہنے کی نہایت سختی کےساتھ تلقین کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اکثر اعلی حضرت کا نعتیہ کلام پڑھوا کر سنتے اور گھنٹوں اشک بار رہتے۔اس دور کے تمام مشاہیر علمائے اہل سنت سے آپ کے نہایت خوش گوار تعلقات تھے۔جلسہائے میلاد میں اکثر ان کےمواعظ سےمحظوظ ہوا کرتے تھے۔

سرکانہی شریف میں ایک دارالعلوم کا قیام: مذہب اہل سنت کےفروغ اور عقائد کی اصلاح کے لیےآپ نے سرکانہی شریف کے احاطۂ خانقاہ میں علیمیہ انوار العلوم کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی اپنی حیات ہی میں بنیاد ڈال دی تھی جو آج ایک معیاری دارالعلوم کی صورت میں پھل پھول رہی ہے۔ زیب سجادہ عالیہ حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ کی سرپرستی اور فاضل نوجوان حضرت مولانا علی احمد صاحب جید القادری کی نظامت نے اسے چار چاند لگا دیے ہیں۔ وہ درس گاہ سلسلہ تیغیہ کی علمی برکتوں کا ایک واضح نشان ہے۔ درس گاہ کےنظم ونسق اور اغراض و مقاصد کے سلسلے میں حضرت شیخ المشائخ کا ایک تاریخی وصیت نامہ بھی ہے جونہایت جامع ہے اور ان شرائط پرمشتمل ہے جس

کی رو سےکوئی بدعقیدہ اس کےنظم ونسق میں دخیل نہیں ہوسکتا۔

وہ وصیت نامہ میری نظر سے گزر چکا ہے۔ وصیت نامے پر بطور گواہ حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین صاحب قادری رضوی بہاری قدس سرہ العزیز اور بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب سابق مفتی آگرہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ثبت ہیں۔

اپنے علاقے میں انوارالعلوم علیمیہ اس وقت اہل سنت کا ایک محفوظ قلعہ اورحضرت شیخ المشائخ کی روحانی امنگوں کی ایک عظیم یادگار ہے۔

کشف وکرامات: حسن اعتقاد کے ساتھ اتباع سنت، پابندی شرع اور التزام تقویٰ یہی ہیں وہ چند علامات جن کے ذریعہ کسی ولی کی شناخت ہوتی ہے۔کشف وکرامات اورخوارق عادات کا ظہور اگر چہ مدارِثبوت نہیں لیکن سنت الٰہی اسی طرح پہ جاری ہے کہ وہ اپنے مقرب بندوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور وہ خدا کی عطا سے خلاف عادت امور کا اظہار فرماتے ہیں اسی کو اصطلاح شرع میں کرامت کہتے ہیں۔

ویسے حضرت شیخ المشائخ کی سب سے بڑی کرامت ان کا تقوی اور ان کی متشرع زندگی ہےلیکن یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ حضرت سے بیش تر کرامات کا صدور ہوا ہے۔ ذیل میں چندمستند اورمشہور کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

روشنی اور آواز: حضرت شیخ المشائخ کی اہلیہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات کو میں اپنی خواب گاہ سے باہرنکلی جس حجرے میں بیٹھ کر آپ عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے میں نے دیکھا وہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور اندر کوئی انتہائی ہیبت ناک آواز میں آپ سے باتیں کر رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں خوفزدہ ہوگئی بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ الٹے پاؤں واپس ہی ہونا چاہتی تھی کہ اندر سے حضرت تشریف لائے اور مجھےتسلی دی۔ میں نے جب دریافت کیا کہ وہ روشنی

کیسی تھی تو آپ نے ہنس کر اسے ٹال دیا اور فرمایا جاؤ سو جاؤ ابھی رات زیادہ ہے۔ جس راز کو خود حضرت شیخ المشائخ نے واشگاف نہیں کیا، اس کے متعلق کون کچھ کہہ سکتا ہے۔ البتہ اہل اللہ کی سوانح حیات میں اس طرح کے بیش تر واقعات ملتے ہیں کہ رات کی تنہائیوں میں فرشتگان رحمت، رجال الغیب، احسنۂ صالحین اور ارواح طیبات سے گفتگو اور ملاقاتوں کے اتفاقات پیش آتے ہیں۔

نیاز مندوں کی چارہ گری: ''مظاہر قطب الانام'' کے مؤلف حافظ شاہ محمد حنیف صاحب قادری تیغی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار موضع چین پور ضلع مظفر پور میں زبردست ہیضہ آیا اور کثرت سے اموات ہونے لگیں سارے علاقہ میں خوف ودہشت کا سناٹا چھا گیا۔ اکثر ایسے مواقع پر غفلت کا نشہ اتر جاتا ہے اور چارہ گری کے لیے خدا کے دِین دار بندوں کی تلاش ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت سرکار کی نسبت سے بہت سے لوگ مجھ سے بھی مانوس تھے۔ پریشانی کے عالم میں لوگوں نے میرے پاس اطلاع بھیجی کہ چین پور اس وقت تباہی کے دہانے پر ہے فوراً آیئے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ احباب و اقارب نے ہزار مجھے منع کیا لیکن میں وہاں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ جونہی اس گاؤں کے قریب پہنچا لوگ ہجوم در ہجوم میرے قریب جمع ہو گئے اور اپنے اپنے حادثوں کی روداد سنانے لگے۔ اموات کا سلسلہ ہنوز جاری تھا۔ چند مخلصین کے مجبور کرنے پر میں گاؤں کے باہر ہی ایک گودام میں ٹھہر گیا۔

تکان اور نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں جیسے ہی لیٹا نیند آ گئی۔ فرماتے ہیں کہ اس نیند کی لذت آج تک نہیں بھولا جونہی آنکھ لگی دیکھا کہ سرکار قبلہ سامنے جلوہ گر ہیں اور فرما رہے ہیں:

''حافظ صاحب گھبرایئے مت آپ چین پور ضرور جایئے اور فلاں فلاں ترکیب کر ڈالیے۔ میں نے دربار غوثیت میں درخواست پیش کر دی ہے جو ہونا

تھا وہ ہو گیا اب کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ البتہ پرانے مریضوں میں سے دو آدمی جن کا آخری وقت آ گیا ہے وہ جانبر نہیں ہو سکیں گے۔''

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ سرکار قبلہ کی بشارت کے مطابق اس کے بعد سے چین پور والوں کو اس ہلاکت خیز وبا سے چین مل گیا۔ مرشد کامل صرف ایمان و یقین ہی کا نگراں نہیں ہوتا دنیوی آفات کا بھی چارہ گر ہوتا ہے اور جہاں بھی ہو، اس کی روشن ضمیری اپنے غلاموں کے حالات سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں رہتی۔

نازِ بندگی: کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ المشائخ اپنی خانقاہ میں جلوہ افروز تھے مکئی کی فصل کا موسم تھا لیکن بارش نہ ہونے کی وجہ سے سارے علاقہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ساری فصل مرنے کے قریب پہنچ چلی تھی۔ اسی اثنا میں پڑوس کا ایک برہمن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''بابا، یہ کیا ہو رہا ہے آپ کے رہتے ہوئے یہاں کی زمین پیاس سے تپ رہی ہے۔ کھیت جھلس کے رہ گئے ہیں دعا کے لیے آپ کے ہاتھ کب اٹھیں گے؟''

راوی کا بیان ہے کہ خانقاہ کے سائبان کے نیچے مکئی کے کئی پیڑ لگے ہوئے تھے جو دھوپ سے جل کر پژمردہ ہو گئے تھے۔ سرکار نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے خادم خاص صوفی شاہ دراست حسین کو حکم دیا کہ مکئی کے یہ پودے سوکھ گئے ان کی جڑوں میں پانی ڈال دو۔ سرکار کے حکم کے مطابق انھوں نے لوٹا بھر کر پانی ڈال دیا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ برہمن بیٹھا ہی تھا کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد پچھّم کی طرف سے کالی گھٹاؤں کا بادل نمودار ہوا۔ اور دم کے دم میں موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ چند گھنٹے میں سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔ سرکار قبلہ نے صوفی دراست حسین کی طرف اشارہ کیا اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''دیکھو بابو! یہی پانی روکے ہوئے تھا اس نے پانی کا دھار چھوڑا تو آسمان سے بھی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اب اگر آئندہ بارش نہ ہو تو اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹنا خود پانی برسے گا۔''

اللہ اکبر! ذرا نازِ بندگی دیکھیے! خود کرتے ہیں لیکن الزام اپنے سر نہیں لیتے۔

مدفن خاک سے شفا: ضلع غازی پور کے رہنے والے تیغی سلسلے کے ایک مرید شاہ محمد طیب خاں اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت سرکار بقید حیات تھے میرے بائیں پاؤں میں ایک ناسور ہو گیا۔ ہر چند علاج کرایا، وقت کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور جراحوں کو دکھلایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ احباب کے اصرار پر جب بغرض علاج کلکتہ پہنچا تو یہاں کے تمام ڈاکٹروں نے لا علاج کہہ کر مجھے واپس کر دیا۔ ایک ڈاکٹر نے کہا کہ پاؤں کاٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ دو ماہ کے بعد تمہارا پاؤں از خود کٹ کر گر جائے گا۔

اسی درمیان میں سرکار قبلہ کے وصال جاں گداز کی خبر موصول ہوئی جس نے میری رہی سہی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ عرس چہلم میں شرکت کے لیے میں اپنا زخمی پاؤں لیے سرکار کے آستانے پر حاضر ہوا۔ رات کو نظر بچا کر کسی طرح مزار مبارک کی خاک حاصل کی اور اسے ہمراہ لے کر اپنے وطن پہنچا۔ جذبۂ عقیدت کی رہبری میں اس خاک کو پانی میں گھول کر میں نے اپنے زخم پر لگانا شروع کیا۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ چند ہی دنوں میں میرا زخم بھرنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ میں بالکل صحت یاب ہو گیا۔

اب کلکتہ پہنچ کر جو میں نے ڈاکٹروں کو بتایا تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انھیں اقرار کرنا پڑا کہ ایک باخدا درویش کے آستانے پر وہ سب کچھ مل سکتا ہے جس کا حاصل کرنا دنیا کے لیے ممکن نہ ہو۔

زبان کی تلوار: حضرت شیخ المشائخ نے اپنے عہد ریاضت و مجاہدات کا یہ واقعہ خود بیان فرمایا ہے کہ ایک بار پیر و مرشد حضرت شاہ مولا علی رحمۃ اللہ علیہ سخت بخار میں مبتلا ہوئے۔ حکیم کے مشورے سے میں انھیں روغن احمر کی مالش کر رہا تھا کہ اسی اثنا میں ایک شخص حیران و پریشان افتاں و خیزاں سرکار میں حاضر ہوا۔ اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت بخار میں مبتلا ہوں جو کچھ کہنا ہے ان سے کہہ دو یہ تمھارا کام کر دیں گے۔ حسب حکم میں اسے اپنے ہمراہ لے کر کنارے لے گیا اور اس سے حالات دریافت کیے۔ اس نے روتے ہوئے کہا کہ میں گیا ضلع کے جس دیہات کا رہنے والا ہوں وہاں بہت بڑا ظالم قسم کا ایک زمین دار ہے جو دن رات مجھے اور میرے بچوں کو ستاتا رہتا ہے، میری فصل کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ وہ کلکتہ آیا ہوا ہے اور پتہ چلا کہ وہ آج گھر جا رہا ہے اور وہاں پہنچ کر وہ میرے مکان میں آگ لگا دے گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ اس کی فریاد سن کر اچانک میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا ''اطمینان رکھو، وہ گھر نہیں پہنچ سکے گا۔''

فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے ایک ہفتہ کے بعد وہ شخص پھر آیا اور میرے قدموں پر گر گیا۔ میں نے حضرت سے پوچھا کہ اب کیا ہوا؟ اس نے کہا ''حضور نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا وہ گھر نہیں پہنچ سکا، راستے میں ٹرین سے گر کر مر گیا۔ میں شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ الامان! تیغ علی کی کاٹ تو مشہور ہی تھی تیغ کی زبان کی کاٹ سے بھی بچنا مشکل ہو گیا۔

ملفوظات: عرفائے کاملین کے قلوب پر لطائف و الہامات کی بارش ہوتی رہتی ہے اس لیے ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عالم قدس کے انوار سے متکیف ہوتے ہیں جن سے دل کی گرہیں کھلتی ہیں اور حقائق کے چہرے سے

نقاب اٹھتا ہے۔حضرت شیخ المشائخ کے جو ملفوظات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں ان سے حضرت کی روحانی بصیرت اور معلومات کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

توکل کسے کہتے ہیں: ایک مجلس میں توکل کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے جمیع حرکات وسکنات کو خدا کے سپرد کردینے کا نام توکل ہے اور یہ ایمان کی شرط ہے۔قرآن مجید میں رب کریم ارشادفرماتا ہے: **فتوکلوا إن کنتم مؤمنین.** خدا پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

سعادت کے مقامات: ایک دن بعد نمازِ فجر ارشادفرمایا کہ جب تک نفس مردہ نہ ہو دل زندہ نہیں ہوسکتا۔صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر پانچ آدمی ہیں: ایک وہ زاہد جو عالم ہو، دوسرا وہ صوفی جو فقیہ ہو، تیسرا وہ دولت مند جو متواضع ہو، چوتھا وہ درویش جو صابر و شاکر ہو، پانچواں وہ مومن جو طریق اہل سنت و جماعت پر عامل ہو۔

روحانی انقباض کے دفع کا طریقہ: فرمایا جب قبض وارد ہو تو غسل و وضو کرکے دو رکعت نمازنفل ادا کرے اور قلب کی طرف متوجہ ہوکر گریہ و زاری کے ساتھ خدا سے دعا مانگے۔تین روز تک برابر یہ عمل کرے انشاء اللہ قبض دفع ہو جائے گا۔دوسری ترکیب یہ ہے کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر داہنے ہاتھ پر دم کرے اور اپنے سینے پر مل لے۔اس ضمن میں فرمایا کہ طالب کوظلمت اور قبض میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ظلمت، روحانی معاصی کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے وہ بغیر توبہ کے دور نہیں ہوسکتی۔

برکت نماز: ایک دن نماز کے موضوع پر گفتگو چل رہی تھی ارشادفرمایا کہ جوشخص نماز کا پابند ہو جاتا ہے اور اسے ارکان و ادب کے ساتھ صحیح طور پر ادا کرتا ہے۔ایک نہ ایک دن وہ ضرور نماز کی معنوی برکتوں سے فیضیاب ہوگا۔اس کے دل میں معاصی سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور اسے روحانی طہارت کا

کیف حاصل ہوگا۔حدیث میں آیا ہے کہ ایک انصاری نوجوان نماز پڑھتا تھا اور اس کے باوجود معاصی میں مبتلا تھا۔بعض لوگوں نے سرکارکونین سے اس کی شکایات کی۔سرکار نے فرمایا کہ اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی۔چنانچہ کچھ ہی دنوں کے بعد وہ بری عادتوں سے تائب ہو گیا اور اس کی حالت باطنی قابل رشک ہوگئی۔

عرفان کے جواہرات: ایک دن طبیعت نشاط پر تھی اپنے پروانوں کے دامن میں حقائق کے موتی انڈیل دیے۔فرمایا بزرگوں کی طرف سے جونعمتیں ملتی ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔نعمت کا غرور اور بزرگی کی نخوت اس راہ کی سب سے بڑی ہلاکت ہے۔طالب کے لیے ہر حال میں شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔اپنے اندر ذوق وشوق اور توجہ الی اللہ و الحب فی اللہ کے لیے خدا سے ہمیشہ دعا مانگنی چاہیے۔عاجزی اور انکساری اس راہ کا بہترین رہبر ہے۔فرمایا کہ انکسار وتواضع ہی کی تعلیم مطلوب تھی کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کیا گیا: **قل انما انا بشر مثلکم.** جس کو بے دینوں اور عقل کے اندھوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ معاذ اللہ حضور سید عالم ﷺ ہماری طرح بشر ہیں۔

خصائل و شمائل: حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے حد درجہ راست باز مسکین متواضع اور قناعت پسند تھے۔دوست تو دوست دشمن بھی ساری زندگی آپ کے اخلاق کریمانہ سے شرمندہ رہے۔ارباب حاجات اور مصیبت زدوں کے لیے ہر وقت آپ کے کرم کا دووازہ کھلا رہتا تھا۔غربا اورمساکین کو ہمیشہ اپنے سینے سے لگائے رہتے تھے، بیماروں کی عیادت، یتیموں کی دل جوئی اور بیواؤں کی خدمت آپ کی زندگی کا بہترین معمول تھا۔اپنی بزرگانہ شوکت اورعرفان وتقوی کے شکوہ کا کبھی اظہار نہیں فرماتے۔سادگی اور مسکنت جسم کے پیراہن کی طرح زندگی کے ساتھ رہی۔علمائے اہل سنت کے اعزاز اور

اکابر کی توقیر وتکریم میں کبھی اپنی ذاتی عظمت کو حائل نہیں ہونے دیا۔ آپ کے قائم کردہ دارالعلوم کا سالانہ اجلاس ہمیشہ آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوتا تھا لیکن از راہ احترام علما، مسند صدارت سے نیچے بیٹھتے تھے۔ سفر وحضر میں اپنے جملہ نیاز مندوں کا خاص خیال رکھتے۔ لغزشوں پر نہایت شفقت و نرمی کے ساتھ اشارے کنائے میں تنبیہ فرماتے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے حددرجہ عقیدت تھی گیارہویں شریف نہایت تزک و احتشام سے کرتے تھے۔ آپ کا دستر خوان نہایت وسیع تھا ہمیشہ مہمانوں کی آمدو رفت رہتی۔ ہروارد و صادر کے ساتھ نہایت مسرت وتکریم کے ساتھ پیش آتے۔

معمولات یومیہ: مغرب کی نمازِ باجماعت کے بعد کھانا تناول فرماتے پھر دس بجے رات تک حلقہ ہوتا اس کے بعد یہ مجلس فاتحہ پر ختم ہو جاتی۔ 12 بجے رات تک پند ونصیحت، تعلیم وتلقین اور کتابوں کی خواندگی کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس کے بعد سو جاتے پھر دو ڈھائی بجے بیدار ہوتے اور نمازِ تہجد کے بعد اذکارو اشغال میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو جاتا اور نمازِ فجر باجماعت ادا فرماتے۔ نماز سے فارغ ہو کر مریدین ومسترشدین کو اذکار و اشغال سلوک وتصوف کی تعلیم مرحمت فرماتے پھر فاتحہ خوانی وشجرہ خوانی پر یہ مجلس ختم ہو جاتی۔ اس کے بعد نمازِ چاشت و اشراق سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے اور اندر حویلی میں جا کر والدہ ماجدہ کی زیارت کرتے۔

11 بجے دن کو قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔۱۲ بجے سے آرام کرتے ایک بجے اٹھ کر غسل فرماتے اور نمازِ ظہر ادا کرتے پھر حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کرتے۔ عصر کی نماز کے بعد حزب البحر شریف تلاوت کرتے پھر ایک گھنٹہ کھلی فضا میں چہل قدمی فرماتے۔

آپ کا سراپا: چہرہ مبارک روشن اور باوقار، سرمبارک متوسط، آنکھیں

سرگیں، ناک سڈول اور قدرے ابھری ہوئی، دہن مبارک متوسط، دندان مبارک چھوٹے اور موتی کی طرح چمکدار، رخسار مبارک پر کئی تل تھے۔ لبہائے شریف نہ زیادہ موٹے نہ زیادہ باریک، ریش مبارک گھنی، سینہ متوسط، گردن پر گوشت، بدن گٹھا ہوا، قامت زیبا، رنگ گندمی اور چمکدار، بھویں باریک، پائے اقدس متوسط، انگلیاں آپس میں ملی ہوئی، داہنے پاؤں کے تلوے میں جھنڈے کا نشان تھا۔ اسی حسین وجمیل سراپا پر ایک دنیا شیدا تھی اور اب تصورات کے سہارے زندہ ہے۔

لباس و وضع: لباس میں سادگی بے حد پسند تھی۔ اکثر تہبند، گول مہری کا پاجامہ، لمبا کرتا، اور اس پر صدری استعمال فرماتے، سر پہ گول ٹوپی چنن دار اور اس پر عربی رومال کا عمامہ باندھا کرتے تھے۔ دوش مبارک پر سیاہ رومال پڑا رہتا۔ بادامی رنگ کا جوتا پسند تھا۔ دست مبارک میں عصا رکھتے۔ سردیوں میں ہمیشہ کمبل استعمال کرتے، لحاف یا رجائی کبھی نہیں اوڑھتے تھے۔

آخری لمحات: خاصان خدا کی روایات کے مطابق زندگی کا اکثر حصہ آزمائشوں اور سختیوں میں گزرا لیکن انتہائی کرب و شدت کے عالم میں بھی معمولات و عبادات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بلڈ پریشر کے مستقل مریض تھے جب دورہ پڑتا تو متعدد امراض کا حملہ یک بارگی شروع ہو جاتا۔ عمر شریف جب ستر سال سے تجاوز کر گئی تو ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

زندگی کے آخری لمحات میں جب مرض کا شدید حملہ ہوا اور مقامی حکیموں کا علاج غیر مفید ثابت ہوا تو بغرض علاج داؤدنگر اور پٹنہ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ بالآخر رجب 1377ھ کے اخیر میں خانقاہ واپس تشریف لائے۔ یکم شعبان کو دامودر پور مدرسہ علیمیہ کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ 4 شعبان کو خانقاہ واپس آئے۔ 28 شعبان پنج شنبہ کی شب میں

حالت نہایت سنگین ہو گئی۔ نبض ڈوب گئی، نزع کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ فوراً آپ کو اتر دکھن لٹا دیا گیا۔ قبر شریف بھی تیار کر لی گئی صبح ہوتے ہوتے سارے علاقے میں آپ کے وصال کی خبر مشتہر ہو گئی۔ ہر چہار سمت سے لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ لیکن ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق نہیں کی چنانچہ تیسرے دن آنکھ کھلی اور زندگی کے آثار نظر آئے۔

ایک مہینہ میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ حیرت انگیز صحت یابی سے لوگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی لیکن چند ہی مہینے کے وقفے کے بعد پھر ربیع الاول شریف کے ابتدائی ایام میں مرض کا حملہ ہوا۔ مرض کی دردناک اذیت کا سلسلہ سارے مہینے جاری رہا۔ 30ویں ربیع الاول کی صبح سے آپ کی حالت نہایت سنگین ہو گئی آواز بند ہو گئی لیکن لطائف کھلے رہے، ذکر پاس انفاس خود بخود جاری ہو گیا۔ رفیق اعلیٰ کا مسافر محویت و استغراق کے عالم میں ڈوب گیا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا جہاں سے وہ گزر رہا تھا۔

بعد نمازِ مغرب جونہی گیارہویں شریف کا چاند نظر آیا اور سرکار غوثیت مآب کے فیضان معنوی کا دروازہ کھلا۔ شاہ جیلان کا سچا نیاز مند اپنے آقا کی سنت پر قربان ہو گیا۔ یک بیک حجرہ مبارکہ سے آواز آئی۔ سرکار نور کی لہروں میں ڈوب رہے ہیں۔ لوگ بے تحاشا دوڑے اور شمع انجمن کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ بالآخر ایک ہچکی آئی اور یکم ربیع الثانی 1378ھ شب چہار شنبہ بعد نمازِ مغرب 6 بج کر 35 منٹ پر کشورِ عشق و عرفان کا ایک تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل عیش پر پہنچ گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

آہ! ایک بجلی چمکی، خرمن جلا اور عشاق کا چمن تاراج ہو کے رہ گیا۔ وہ شمع گل ہو گئی جس کے سائے میں پروانوں کو بال و پر ملے تھے۔ سارے علاقے میں قیامت کا کہرام بپا ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے سرکارنہی شریف کے میدانوں

میں سوگوار انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لہرانے لگا۔ بعد نمازِ ظہر غسل کی تیاری شروع ہوئی۔ درود و تہلیل کے سرمدی نغموں میں عالم جاوید کے مسافر کو کفن پہنایا گیا، عطر کی بارش ہوئی، رحمتوں کا مینہ برسا اور نسیم حجاز نے پیام شوق سنایا۔ 5 بجے نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور غروب آفتاب سے پہلے پہلے آسمان ولایت کے خورشید کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس خبر سے سارے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ ایصال ثواب اور تعزیت کی ہزاروں مجلسیں منعقد ہوئیں۔ ویسے میکدے کا در اب بھی کھلا ہوا ہے لیکن اب ساقی پس پردہ ہے پلانے والا نظر نہیں آتا لیکن لذتِ کیف سے روح آج بھی سرشار ہو جاتی ہے۔ کل بادہ نوش ساقی کے روبرو بیٹھتے تھے آج مرقد پر بھیڑ لگتی ہے۔

سجادہ نشیں: چونکہ آپ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی جو آپ کے بعد خانقاہ و سجادہ کی وارث و نگراں ہوتی۔ اس لیے آپ نے اپنی حیات ہی میں اپنے خواہر زادہ حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ دامت برکاتہم کو خرقۂ خلافت و اجازت مرحمت فرما کر اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موصوف نے جانشینی کا صحیح حق ادا کیا اور ان تمام خصوصیات و روایات کو برقرار رکھا جو حضرت سرکار سے انھیں وراثت میں ملی تھی۔

اس وقت آپ کی ذات سے سلسلے کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے وہ محتاج ثبوت نہیں ہے۔ سرکار کی عظیم یادگار انوار العلوم علیمیہ آپ ہی کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہا ہے۔ آپ کے محبوب خلیفہ صوفی شاہ قربان علی صاحب تیغی خانقاہ اور انوار العلوم کے استحکام و ترقی کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ پیش پیش ہیں۔

خلفا: حضرت شیخ المشائخ نے اپنی زندگی میں بہتوں کو اپنے کمالات کا

آئینہ بنا کر مسند خلافت مرحمت فرمائی اور انھیں باطنی اصلاح اور روحانی تطہیر کی خدمت پر مامور کر دیا۔ حضرت کے خلفا میں بعض ایسی شخصیتیں بھی ہیں جن کا حلقہ ارادت کئی صوبوں میں پھیلا ہوا ہے، ان لوگوں میں سے حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ایوب صاحب قادری تیغی (دیوریا، موجودہ ضلع کشی نگر یو. پی) کا نام نامی سرورق پر ہے۔

اجمالی طور پر خلفا کی فہرست ذیل میں ملاحظہ فرمایئے: (1) حضرت صوفی شاہ محمد حنیف مظفر پور (2) جناب مولوی شاہ عبد الرحیم صاحب مظفر پور (3) جناب صوفی شاہ محمد اسرائیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہگلی (4) جناب شاہ تبارک حسین صاحب مظفر پور (5) جناب شاہ قربان علی صاحب چھپرہ (6)جناب مولوی شاہ محمد خطاب صاحب مظفرپور (7) جناب مولوی شاہ جناب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چمپارن (8) جناب مولوی عبدالغفار صاحب بلیا (9)جناب حافظ شاہ محمد ابراہیم صاحب مظفر پور (10)جناب عبداللہ صاحب مظفر پور (11) جناب شاہ محمد نبی بخش صاحب مظفر پور (12) جناب محمد یوسف صاحب مظفر پور (13) جناب شاہ عبد الغفور صاحب مظفر پور (14) جناب صوفی شاہ دراست حسین صاحب مظفر پور (15) جناب شاہ محمد صدیق صاحب مظفر پور (16) جناب محمد سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مظفر پور (17) جناب صوفی شمس الدین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ غازی پور (18) جناب حافظ شاہ شمس الدین صاحب غازی پور (19) جناب صوفی شاہ محمد ایوب صاحب غازی پور (20) جناب محمد سعید صاحب مظفر پور (21) جناب شاہ محمد نمازی صاحب مظفر پور (22) حضرت صوفی شاہ محمد ابراہیم صاحب قبلہ سجادہ نشین مظفر پور (23) جناب محمد قطب الدین صاحب مونگیر (24) جناب ابوالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور (25) جناب شاہ محمد اسحاق صاحب مظفر پور (26) جناب محمد احمد

کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظفر پور (27) جناب شاہ عبد الحفیظ صاحب مظفر پور (28) جناب محمد زین العابدین صاحب پٹنہ (29) جناب محمد نذیر خاں صاحب غازی پور (30) جناب محمد حنیف خاں صاحب سلطان پور (31) جنا ب شاہ محمد عباس خاں صاحب اعظم گڑھ (32) جناب مولوی شاہ علاء الدین صاحب مظفر پور (33) جناب محمد عبد الرحمٰن صاحب مظفر پور (34) جناب محبوب عالم صاحب مظفر پور (35)جناب محمد ادریس صاحب چھپرہ (36) جناب شاہ محمد حنیف صاحب مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)۔

اپنے مضمون کے آخری مرحلہ پر یہ اعتراف کرتا ہو ں کہ حضرت شیخ المشائخ کی زندگی کے بے شمار خدو خال نمایاں ہونے سے رہ گئے۔ ہرادا اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور ہر نقش دعوت نظارہ دیتا ہے۔ ایک پیکر جمال کو کہاں کہاں سے دیکھیں اور ایک مجسمۂ حسن وخوبی کی کون کون سی بات بیان کریں۔ جیسا بھی ہے ادارۂ جام نور (کلکتہ) کا یہ خراج عقیدت سرکار قبول فرمالیں تو آرزوؤں کی معراج حاصل ہو جائے۔ حضرت شیخ المشائخ کے مداحوں کی صف میں کہیں بھی جگہ مل جانا زندگی کی بہت بڑی سعادت ہے۔

جمال یار کی زیبائیاں ادا نہ ہوئیں   ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

تشنۂ توجہ

ارشد القادری

m

حافظ ملت حضرت عبدالعزیز محدث مبارکپوری

رحمۃ اللہ علیہ

(آپ دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارك پور کے بانی ہیں۔ یہ ادارہ آج الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ سے متعارف ہے۔ آپ کے ان تحریری تأثرات کو حضرت حافظ محمد حنیف تیغی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انوار قادری" میں بطور تقریظ شامل کیا ہے۔ مرتب)

نحمدهٗ و نصلی علیٰ حبیبه الکریم

جامع شریعت و طریقت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء الحاج حضرت شاہ محمد تیغ علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز ایک خدا رسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ موصوف نہایت دین دار، دین پرور، متبع سنت اور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک کے پابند تھے۔ اتباع سنت آپ کی عادت کریمہ تھی۔ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اتباع سنت کی تعلیم دیتے تھے، رشد و ہدایت آپ کا منصب ہی تھا، اشاعت مذہب اور تبلیغ دین کے دل دادہ تھے۔

انوارالعلوم علیمیہ دامودر پور مظفرپور جو اس وقت ایک وزنی اور معیاری دارالعلوم ہے خاص آپ کی کریمانہ توجہ کا نتیجہ ہے، موصوف ہی کی سعی بلیغ سے

یہ دارالعلوم اس بلندی پر پہنچا۔ مولائے قدیر حضرت قبلہ کی اس یادگار کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور حضرت ممدوح کا یہ فیض ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین

مجھے دو بار آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو باخدا بزرگ پایا۔ ایسے ہی بزرگوں سے خوارق عادات کا صدور کرامت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سلسلہ بسلسلہ تاقیامت جاری رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ فقط

عبدالعزیز عفی عنه

m

حضرت مولانا شمس الحق قادری مجیبی علیہ الرحمۃ

(آپ جامع مسجد چنگیل ضلع ہوڑہ، مغربی بنگال کے خطیب و امام تھے۔ آپ کا آبائی وطن ضلع بلیا، یوپی ہے۔ آپ نے یہ مضمون حضرت حافظ محمد حنیف تیغی علیہ الرحمۃ کی کتاب "انوار قادری" کے لیے بطور دیباچہ تحریر فرمایا۔ مرتب)

الحمد للّٰہ رب العٰلمین الذی اکرم من شاء من عبادہ الصلحین بکرامات و خوارق عادات ھی من جملۃ معجزات انبیائہ المرسلین الدالۃ علی صحۃ دینہ المبین و الصلوٰۃ و السلام علی افضل النبیین و المرسلین و سید الخلق اجمعین سیدنا محمد الصادق الامین المکین الذی اتاہ اللّٰہ من المعجزات وحدہ اکثر مما اتی جمیع الانبیاء و المرسلین و اکرم اولیاء امتہ بکرامات اوفر مما اکرم بہ جمیع الاولیاء السابقین.

اما بعد! دنیا کے تقریباً تمام اہل علم و فضل اور ارباب فکر و نظر اس امر میں متفق ہیں کہ نبوت و رسالت کے بعد ولایت ایک زبردست عطیۂ قدرت اور بیش بہا انعام الٰہی ہے۔ نبوت کی طرح سرا سر وہبی تو نہیں کہی جاسکتی لیکن یہ ضرور ہے کہ مرتبۂ ولایت کے لیے قدرت اپنے مخصوص بندوں کو منتخب کرتی اور انھیں کے دل میں اپنے خفی اسرار، اپنی معرفت اور محبت کا بیج بوتی ہے۔ یہی قلوب سرچشمۂ فیوض و برکات ہوتے ہیں جو آگے چل کر اپنے قدسی انفاس و

روحانیت سے ایک دنیا کو سیراب کرتے ہیں۔

جس خوش نصیب بندہ کو مولیٰ تعالیٰ اپنی طرف جذب کرتا ہے اور اس کو علم معرفت سے مالا مال کرنا چاہتا ہے، اس کی فطرت میں روزِ اوّل ہی سے نیکی، شرافت، عفت، عصمت اور پاکیزہ روی ودیعت فرماتا ہے۔ یہی فطری امانت حقیقتاً اس بندہ کو سعی و اکتساب، جہد و ریاضت، بندگی اور عبادت کی طرف رہبری کرتی ہے۔

ولایت ایک نعمت عظمٰی اور زندہ جاوید کمال ہے جس کو ہرگز فنا و زوال نہیں۔ ظاہر بیں نگاہیں جو اس راہ سے سرا سر ناواقف ہیں یا جن کو فطرتِ انسانی کی مخفی رجحانات اور لامحدود امکانات سے خبر نہیں، وہ دیکھتی ہیں کہ یہ حاصل شدہ سرمایہ کمال باہر سے آیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ذوقِ طلب کی تشنگی، اضطراب اور بے قراری خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ سرچشمۂ فیوض و برکات ابلنے کے لیے آمادہ ہے۔ صرف تھوڑی سی کاوش کی ضرورت ہے۔

ابتداءً خود صاحب کمال اپنی استعداد مخفی سے بے خبر رہتا ہے مگر بالکل بے حس نہیں ہوتا۔ ہر انسان کو آغازِ شعور سے اپنے جبلی اور فطری مذاق کے موافق ایک ناقابل بیان خلش یا طلب، بے چینی یا بے قراری محسوس ہوتی ہے۔ لطف ربانی و کرم رسالت پناہی نے دست گیری فرمائی اور کسی مرد کامل کا دامن ہاتھ آگیا تو عشق ربانی کا یہی شرارہ شعلہ افشاں ہو جاتا ہے اور ایک عالم کے تیرہ و تار قلوب کو نورِ ایمان و عرفان سے لبریز کر دیتا ہے۔ **فالحمد للّٰہ رب العٰلمین.**

زیر نظر کتاب (انوار قادری) جس کے دیباچہ کے لکھنے کا فقیر کو شرف حاصل ہوا (اگرچہ فقیر اس کا اہل نہ تھا) ایک ایسی ہستی کی سوانح حیات ہے جس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحیح معنی میں یہ گراں قدر ذات فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے مصداق اور بلاشبہ دورِ حاضر کے شیخ و ولی کامل اور

مرشد برحق تھے۔ میری مراد حضرت شیخ المشائخ غوثِ زماں الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی مجیبی مظفرپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بابرکت ذات ہے۔

فقیر کاتب الحروف کو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے ایک نسبت تھی اسی نسبت کی برکت سے فقیر پر غایت لطف و کرم فرماتے، بسا اوقات خلوت و جلوت، سفر و حضر میں فقیر کو اپنی معیت کا شرف بخشتے۔ صف اخیار میں آپ کا مقام بہت بلند تھا اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ زہد و اتقا، تواضع و انکساری، عبادت و ریاضت آپ کا شیوہ تھا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت پابند تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا کوئی قدم سنت کے خلاف نہیں اٹھتا۔ اگر اپنی مجلس میں کوئی عمل خلاف سنت دیکھتے تو اس پر ٹوکتے اور اصلاح فرما دیتے۔ غرضیکہ آپ علم و عرفان کے پیکر اور رشد و ہدایت کے مجسمہ تھے۔ آسمان ولایت کا یہ آفتاب ضلع مظفرپور کے ایک چھوٹے سے موضع گوریارہ سے طلوع ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کی نور بار کرنیں پورے ملک میں پھیل گئیں اور لاکھوں تاریک اور مردہ دلوں کو زندگی اور معرفت سے منور و مجلیٰ کر دیا۔ یہ خورشید ہدایت و عرفان اپنی پوری تابانی سے عرصہ تک چمکتا رہا اور بے شمار بندگان خدا اس کی روشنی سے مستفید ہوتے رہے۔

بالآخر یکم ربیع الثانی 1378ھ کی شب کو اس آفتاب ہدایت کو ہمیشہ کے لیے ابرِ رحمت نے اپنے دامن میں چھپا لیا اور اسی دن کی سہ پہر کو یہ گنجینۂ علم و معرفت گریہ و بکا کی دل دوز اور مغموم فضاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ افسوس ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

خویدم العلماء

فقیر محمد شمس الحق قادری بلیاوی غفرلہٗ مقیم چنگیل ضلع ہوڑہ

المرقوم: یکم مارچ 1960ء مطابق 2 رمضان المبارک 1379ھ

m

مجاہد دوراں سید مظفر حسین مظفؔر کچھوچھوی

رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت حافظ محمد حنیف تیغی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انوار قادری" میں آپ کے مضمون کو ھدیۂ تبریک کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ آپ کا یہ مضمون تمہید و ارشاد پر مشتمل ہے۔ اس میں سے صرف سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ کی ذات سے متعلق مضمون کو یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ مرتب)

میں حضرت شاہ صاحب کی ذات مقدس سے اچھی طرح واقف ہوں آج سے چار سال قبل حضرت کی حیات طیبہ میں اسی مدرسہ علیمیہ کے اجلاس میں آیا تھا، جب کہ حضرت جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے اور بارہا کلکتہ میں بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بڑی پاکیزہ زندگی کے مالک، قومی و مذہبی درد سے سینہ لبریز تھا۔ مجھ پر حضرت انتہائی کرم فرمایا کرتے تھے اور بار بار دوران گفتگو فرماتے کہ میاں شہزادے میری دلی تمنا ہے کہ ہر گھر میں تعلیم دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرکز بن جائے، اسی جذبے کے پیش نظر میں نے مدرسہ علیمیہ کی بنیاد ڈالی ہے اس کو فراموش نہ کرنا اور تمہاری ذات سے مجھ کو بہت کچھ امید ہے۔

میں نے حضرت سے دعا فرمانے کی استدعا کی۔ حضرت نے دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "فراموش نہ کرنا۔" آج انھیں کی دعاؤں کی برکت ہے کہ مدرسہ علیمیہ دن دونی رات چوگونی ترقی کر رہا ہے۔

m

استاذ العلماء حضرت محمد احسان علی صدیقی

رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(آپ مرکزی دارالعلوم اہل سنت منظر اسلام، بریلی شریف کے شیخ الحدیث تھے۔ آپ نے حضرت حافظ محمد حنیف تیغی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "انوار قادری" پر لکھی اپنی نہایت مختصر اور جامع تقریظ میں آپ کے قابل تقلید محاسن کو تحریر فرمایا ہے۔ مرتب)

میری بھی دورانِ ملازمت مدرسہ دامودر پور میں حضرت سرکار موصوف سے بارہا ملاقات ہوئی۔ بڑے خلیق اور محبّ العلماء اور متبع مذہب اہل سنت اور سنن نبویہ کے از حد پابند تھے۔ فقیروں میں ایسا پابند احکام شریعت بہت کم نظر آئے۔ واللہ اعلم

فقیر احسان علی عفی عنہ، فیض پوری

4/شوال 79ھ جمعہ

مفتی عبدالحمید حامد القادری مصباحی دام ظلہ علینا

(آپ سرکار سرکانہی کے خلیفہ حضرت صوفی محمد نمازی تیغی رحمۃ اللہ علیہما کے جانشین ہیں۔ آپ کا یہ مضمون سہ ماہی رسالہ "تیغی کرن" شمارہ 2/ جنوری تا مارچ 2014ء میں بعنوان "تقویٰ سے ہٹ کر محبوب خدا و رسول بننے کی کوئی سبیل نہیں" شائع ہوا ہے۔ مرتب)

شیخ المشائخ محبوب الاولیاء حضرت الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی فریدی علیہ الرحمۃ و الرضوان ضلع مظفر پور بہار کے ایک غیر معروف گاؤں گوریارہ شریف تھانہ کانٹی میں 1300ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے زندگی کے قیمتی سال گوریارہ شریف میں گزارے، وہیں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آگے کی تعلیم کے لیے آپ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا۔ والد گرامی کے انتقال کے بعد گھر لوٹ کر کھیتی گرہستی کا کام سنبھالا۔ چند ناگزیر حالات کی بنا پر آپ نے ترک وطن کیا اور سرکانہی شریف میں سکونت اختیار کی۔ حصول رزق کی خاطر آپ ایک مدت تک کلکتہ میں اقامت گزیں رہے، وہاں رنگائی چھپائی کرکے گھر والوں کے خورد ونوش کا انتظام کیا۔ کلکتہ کے دوران قیام ہی آپ نے شیخ طریقت پیر کامل حضرت سید عبدالسمیع مونگیری علیہ الرحمہ کے دست حق

پرست پر بیعت کی۔ آپ زندگی کی 78 بہاریں دیکھ کر 1378ھ مطابق 1958ء میں واصل بحق ہوگئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

مزار اقدس سرکانہی شریف میں مرجع انام بنا ہوا ہے۔

حضرت سرکار علیہ الرحمہ کی پوری زندگی حرکت وعمل سے عبارت تھی۔ آپ کا اپنی والدہ ماجدہ کی گود سے ایام شیرخوارگی میں اتر کر گھر کے گوشہ میں جانا، قبلہ رو دو زانوں بیٹھ کر انگلیوں پر کچھ شمار کرنا، رات میں والدۂ محترمہ کی آنکھ لگ جانے کے بعد گود سے کھسک کر والدہ کی قدموں تک پہنچ جانا اور تلووں کو بوسہ دینا، آپ کے بچپن کی پاکیزگی کا علامیہ اور جمود وتعطل کے شکار لوگوں کے ذہن وفکر کے لیے تحریکی صلاحیتوں کو مہمیز کرنے کا واضح اشاریہ ہے۔

حضرت سرکار سرکانہی کا دورِ طالب علمی ہو یا عہد شباب یا پھر منصب تبلیغ و ارشاد پر تمکن کا زمانہ ہر جگہ آپ کی جاں فشانی اور محنت و مشقت کے ایسے نقوش ثبت ہیں جن سے ہدایت و رہنمائی کا فیضان آج بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے گوریارہ شریف میں رہ کر اپنے اولین استاد حضرت مولانا سبحان علی مرحوم سے تعلیم وتربیت کے حصول میں جس دل چسپی، ذوق وشوق اور لگن کا مظاہرہ فرمایا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ اپنے مشفق استاذ کی آنکھوں کا تارہ بن گئے۔

دورِ طالب علمی میں آپ نے صرف علوم ظاہری کے حصول کے لیے ہی جد و جہد سے کام نہیں لیا بلکہ علوم باطنی و روحانی کے اکتساب کے لیے بھی کمالِ دل چسپی کا مظاہرہ فرمایا۔ اردو سے فارسی بناتے ہوئے ''خدا نزد است می جوید بہ صحرا'' کا جملہ اور مجذوب وقت حضرت داتا کمبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا مفہوم بتاتے ہوئے دورِ طفلی ہی سے سرکار سے اس کی تائید حاصل کرنا میرے دعووں کی بین دلیل ہے۔

تُعْرَفُ الْاَشْجَارُ بِاَثْمَارِہَا. درخت اپنے پھل سے پہچانے جاتے ہیں۔

اس مقولہ کی صداقت دیکھنی ہو تو حضرت سرکار کے خلفا ومریدین کے کیفیات نظر میں رکھی جائیں، سرکار کے حلقہ بگوش حضرات گاہے بگاہے اپنے روحانی مدارجات اور فکری مکاشفات کا ذکر کرتے تو معلوم ہوتا کہ کون رات کی تاریکی میں زمین کی وسعتوں اور آسمانوں کی بلندیوں پر کہاں تک محو پرواز رہا اور کون کون سے مناظر قدرت کو قلب و روح کی شادابی کے لیے اخذ کیا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء.

الحمد للہ فقیر تیغی حامد القادری کان اللّٰہ تعالیٰ لہٗ کو حضرت سرکار کی پاکیزہ زندگی کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ شرف زیارت کبھی اپنے گاؤں تھتیاں شریف میں تو کبھی سرکانہی شریف میں یا پھر دامودر پور اور گوریارہ میں مجھے نصیب ہوا۔ جہاں تک آپ کے اوراد و وظائف اور عبادت و ریاضت کی سخت پابندیوں اور مسلسل نگہداشتوں کا معاملہ ہے تو اس میں آپ سفر وحضر میں تقریباً یکساں سعی و مشقت سے کام لیتے۔ صبح صادق سے پہلے جگ جانا پھر خود ہی کنواں سے پانی نکال کر وضو کرنا، نمازِ تہجد کی ادائیگی کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول ہونا۔

آپ بعض ایسے اوراد کا شغل فرماتے جن کے تصور ہی سے آدمی کی پیشانی پر پسینہ پھوٹ پڑتا ہے۔

تمام نمازوں کو پابندی کے ساتھ مسجد میں جماعت سے ادا کرنا۔ نمازِ فجر کے بعد خاص طور سے اپنے خلفا ومریدین اور دیگر طالبوں کو وظائف کی تعلیم و تلقین اور ان کی مشق وتمرین۔ رات دن کے بہت سے اوقات میں حاضر رہا ہوں۔ شریعت وطریقت کے مسائل و اسرار سے آگاہی بخشنا۔ یہ سارے محنت طلب اور جاں گسل معمولات کا ہی حسین ثمرہ قوم و ملت کو یہ ملا کہ آپ کے تقریباً سارے خلفا اور اکثر مریدین نے اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں دین کی

بیش بہا خدمتیں انجام دیں، لوگوں کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت فرمائی اور سنت وشریعت سے آراستہ ایسا ماحول استوار کیا جسے دیکھ کر اسلاف کرام کے مقدس زمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

خود حضرت سرکار نے کتابوں کا مطالعہ کر کے معلومات دینی کا ایسا ذخیرہ جمع کر لیا تھا کہ پیش آمدہ مسائل کا حل بہت جلد پیش کر دیتے اور اخلاق و کردار کی ایسی مضبوطی آپ کے اندر پیدا ہوگئی تھی کہ اس عہد کے اکابر دین و ملت نے آپ کے علم وفضل کا لوہا مانا ہے اور آپ کا ذکر خیر اُن کے لبوں پر جاری ہوا ہے۔

آپ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ نمازِ عصر کے بعد قبرستان جاتے اور اپنے ارباب عقیدت کو بھی ساتھ لے جاتے۔ راہ میں بزرگان سلف کے واقعات، محدثین و فقہا کی حکایات اور قرآن و احادیث کے فرمودات و ارشادات آپ کی زبان سے بیان ہوتے رہتے اور سامعین نہایت دل چسپی کے ساتھ دینی حقائق و معارف سے خود کو واقف کراتے جاتے۔

نمازِ مغرب کے بعد اکثر آپ میلاد شریف کا انعقاد کراتے۔ تلاوت قرآن اور نعت خوانی کے بعد کبھی آپ خود تقریر فرماتے اور اکثر اپنے خلفا سے تقریر کراتے۔ سرکار کی موجودگی میں تقریر کرنے والوں میں میرے والد گرامی جلالۃ الارشاد الحاج محمد نمازی قادری تیغی علیہ الرحمہ کا نام بھی شامل ہوتا۔ خاتمۂ پروگرام کے بعد خود حضرت سرکار اپنے دست مبارک سے دو روپیہ بطور تبرک عطا فرماتے۔ انکار پر ارشاد فرماتے کہ اگر میں آپ لوگوں کی دل جوئی و حوصلہ افزائی نہیں کروں گا تو قوم اپنے بزرگوں اور دین و مذہب کی خدمت و اشاعت کرنے والوں کی خدمت و اعانت کا سلیقہ کہاں سے سیکھے گی؟

جہالت و گمراہی کے جس دور میں حضرت سرکار علیہ الرحمہ نے علم و ہدایت

کا چراغ روشن کیا وہ دور نہایت خطرناک، ہمت شکن اور پرآشوب تھا۔ نام کے مسلمان تو بہت ایسے تھے جن کے ذریعے دیوالی، چھٹ، ہولی، درگا پوجا وغیرہ کفر و شرک کے تہوار نہایت جوش و خروش سے منائے جاتے، بیماری سے شفا طلبی کے لیے دیویوں، دیوتاؤں سے منتیں مانی جاتیں اور اُن معبودان باطل کی خوشی کے لیے معاذ اللہ کتنے ہی جتن کیے جاتے۔

اس دور میں کاہل، تن پرست اور دنیا دار پیروں کا دورہ علاقوں میں ہوتا مگر دین کی سربلندی کے لیے نہیں بلکہ اپنی شکم پروری کے لیے۔ ان نالائق پیروں نے اپنے مریدین کو ذبح کا اسلامی طریقہ تک نہیں بتایا بلکہ اپنے قیام کے زمانہ میں چھری پر کچھ دم کر کے دے جاتے، اسی چھری سے جانور ذبح کیے جاتے اور سال چھ ماہ کے بعد پھر آ کر تجدید چھری خوانی وجود میں آجاتی۔

حضرت سرکار سرکانہی کی عظمتوں کو سلام کیجیے کہ انھوں نے خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ صرف حلال طریقہ سے ذبح کا طریقہ ہی لوگوں کو نہیں سکھایا بلکہ ہزاروں علما وفضلا و حفاظ کی عظیم جماعت قوم کے سپرد فرمائی۔ **فالحمد للّٰہ علی ذٰلک۔**

حضرت سرکار نے ترک وطن کے بعد سرکانہی شریف کو اپنا مستقر بنایا۔ اپنی رہائش اور مریدین کی تعلیم و تربیت کی خاطر خانقاہ آبادانیہ کے نام سے ایک عمارت کی تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ کی تعمیر کے لیے آپ نے مریدین و ارباب عقیدت سے چندہ نہیں مانگا بلکہ خود حضرت کی بارگاہ میں جو فتوحات (تحفہ) پیش کیے جاتے یا لوگ خود اس میں حصہ لیتے، انھی رقوم سے ایک اچھی خاصی خانقاہ تعمیر فرمائی۔

پھر جب مدرسہ علیمیہ انوار العلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا تو اس کے لیے آپ نے قوم سے تعاون کی گزارش کی۔ خلوص وللّٰہیت سے معمور منصوبۂ مدرسہ نے بہت جلد تعمیری کام مکمل کر لیا۔ جب طلبا کا تعلیم وتحصیل شریعت کے لیے

داخلہ شروع ہوا تو آپ نے زکوٰۃ وفطرہ اور صدقہ و خیرات سے طلبا کے خورد و نوش کا انتظام و انصرام فرمایا۔ الحمد للہ کہ حضرت سرکار کے خلفا نے مدرسہ کے لیے فنڈ کی فراہمی میں دل کھول کر حصہ لیا۔ سرکانہی شریف میں مدرسہ بخوبی دینی خدمات انجام دینے لگا۔

حالات کی ناسازگاری اور ماحول کی فتنہ سامانی نے جب مدرسہ کے لیے سرکانہی شریف میں مشکلات کھڑی کیں تو وہ مدرسہ اعلیٰ تعلیم کے لیے دامودر پور میں منتقل ہوگیا۔ وہاں بھی زکوٰۃ وفطرہ کی رقومات کو جائز مصرف میں ہی خرچ کیا گیا۔ مدرسہ چلانے کے لیے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی گئی اور مدرسہ کی مالیات کا باقاعدہ حساب رکھا جانے لگا۔

یہاں یہ بات خاص طور سے نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت سرکار نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا پوری زندگی امتیاز رکھا۔ آج کچھ ایسی بھی خانقاہیں ہیں جن میں سرکار علیہ الرحمہ کے طریقہ کو فراموش کر دیا گیا اور مدرسہ کو خانقاہ کے لیے مالیات فراہم کرنے کا اڈہ بنا لیا گیا ہے۔ ہماری بھولی بھالی قوم رہبر و رہزن میں تمیز نہ کر سکی اور ان کے دام تزویر میں گرفتار ہو کر زکوٰۃ وفطرہ کی رقومات کو برباد کرتی کراتی رہی۔

خدایا ہماری قوم کی رہنمائی فرما، توفیق خیر مرحمت فرما۔ آمین

حضرت سرکار علیہ الرحمہ خانقاہ آبادانیہ میں سال میں موقعوں کی مناسبت سے اپنے مشائخ طریقت کے عرس پاک کا انعقاد فرماتے جس میں قرآن خوانی ہوتی، نعت و مناقب پر مشتمل اشعار پڑھے جاتے اور بزرگان دین کی دینی خدمات اور شرعی احکام و مسائل کا واضح انداز اور صاف الفاظ میں بیان کیا جاتا۔ ان اعراس کے انعقاد میں بھی آپ لوگوں پر خرچ کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے۔

یہاں یہ مسئلہ بیان کرنا اور اصل قانون شرعی کا انکشاف اپنا فرض منصبی

سمجھتا ہوں کہ عرس نام ہے بزرگوں کے انتقال کی تاریخ پر کچھ مسلمانوں کا اکٹھا بیٹھ جانا، قرآن خوانی کرنا، فاتحہ خوانی کرنا، نعت و منقبت خوانی کرنا، غربا و مساکین کے کھانے پینے کا انتظام کرنا، شربت پلانا، اللہ والوں کے مزاروں پر امتیاز کے لیے ایک چادر ڈالنا، گل پوشی کرنا، عطر بیزی کرنا، مذکورہ کام کے لیے صاحب سجادہ خود اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے یا بغیر مطالبہ کے کوئی خود ہاتھ بٹائے یہی از روئے شرع مطہرہ جائز، مناسب اور قابل تقلید و اتباع ہے۔

مذکورہ جائز کاموں کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا، پورے ہندوستان میں گھوم گھوم کر چندہ کرنا نہ از روئے شرع جائز ہے اور نہ اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے۔

حضرت سرکار عموماً اپنی عمر سے بڑوں یا برابر والوں کو ''یار'' فرمایا کرتے اور چھوٹوں کو بابو کہا کرتے، مریدین میں جو مرد ہوتے انھیں برادرِ طریقت اور جو عورتیں ہوتیں انھیں خواہر طریقت لکھا کرتے۔ سب کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت سرکار سرکانہی کا ذکر خیر کرتے اور سنتے ہماری نگاہوں کے سامنے ایک سچے مرد مومن اور باکردار درویش کی تصویر گھومنے لگتی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق و معارف کی روشنی میں درج ذیل نتائج اور سبق حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے:

(1) جمود و تعطل اور جہالت و ضلالت کے تاریک دور میں حضرت سرکار نے اپنی کوششوں اور سخت محنتوں سے جامد ماحول میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ آپ کے خلفا اور مریدین اپنا دن فکر معاش میں بسر کرتے اور رات یادِ الٰہی و ذکر رسالت پناہی جل جلالہٗ ﷺ سے معمور رکھتے۔

(2) خود علم میں مہارت تامہ حاصل کی اور اپنے احباب و رفقا کو بھی علم دین کی

دولت سے مالا مال کیا۔

(3) مذہب و ملت کی خدمت و اشاعت کے لیے سخت محنت سے کام کیا۔ سفر و حضر میں ہمیشہ مریدین کی اصلاح اور ان کے اخلاق و کردار کی آراستگی پر بھرپور توجہ دی۔

آپ کی زندگی میں بہت سے ایسے نشیب و فراز بھی آئے جن میں روپے پیسے کی ضرورت پڑی ہے۔ اپنے بزرگوں کا عرس کیا۔ فاتحہ اور لنگر کا انتظام کیا۔ والدۂ مرحومہ اور زوجہ محترمہ کے لیے مقبرہ کی تعمیر کرائی لیکن ایک مدرسہ کے علاوہ کسی کام کے لیے لوگوں سے چندہ نہیں مانگا اور نہ عوام پر کوئی جبراً دباؤ بنایا۔

(4) آپ نے دن کا آرام اور رات کی نیند کو اس لیے قربان کیا کہ خداوند قدوس اور رسول اکرم ﷺ کی بارگاہوں سے دور رہنے والی قوم کو ان بارگاہوں سے جوڑ دیا جائے اور الحمد للہ تعالیٰ کہ آپ اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب ہوئے۔

(5) آپ نے اپنے بزرگوں کی عظمت و خدمت میں جہاں کبھی کوتاہی نہیں کی وہیں اپنے مریدین خلفا اور احباب سے حسن سلوک اور محبت و شفقت کا قابل تقلید برتاؤ کیا۔

(6) خدا بے زار ماحول میں اپنی قربانیوں اور جاں فشانیوں سے ایسا بدلاؤ پیدا فرمایا کہ ہر طرف خدا و رسول جل جلالہٗ و ﷺ کے ذکر و تذکرہ کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔

(7) آپ نے جن حضرات کو خلاف و اجازت سے نوازا، پہلے ان کو علوم حقہ سے آراستہ کیا، عبادات و ریاضات کا پابند بنایا اور اخلاق و کردار کا پیکر بنایا پھر اپنی نیابت و جانشینی کا منصب عطا فرمایا۔ خود میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کو مرید کرنے کے بائیس سال کے بعد خلافت و اجازت مرحمت

کی اور اس لمبی مدت میں آپ نے تحصیل علم و تکمیل وسلوک میں اپنے مرید کی خاص تربیت کی۔

الحمد للہ کہ آپ کے تمام خلفا کے اندر علم دین کی ایسی رغبت اور دل چسپی پیدا ہوئی کہ آج بلا مبالغہ پورے ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش میں ہزاروں تبلیغی مدارس دین وسنیت اور مذہب و مسلک کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(8) آپ اپنے معمولات شبانہ روزی پر ہمیشہ پابندی کیا کرتے تھے اور کسی سے وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

(9) آپ نے مساوات و یگانگت اور اتفاق و اتحاد کا ایسا سماج تشکیل دیا جس میں بڑا چھوٹا، امیر غریب، انصاری منصوری، سید پٹھان، کالا گورا، بنگالی بہاری، ہندی پاکستانی وغیرہ سب ایک صف میں کاندھا سے کاندھا ملا کر بیٹھتے، ان کے درمیان آپس میں کوئی تفوق و امتیاز اور کسی طرح کا بھید بھاؤ نہ تھا۔ سارے تبلیغی اپنے کو ایک دوسرے کا بھائی اور مخلص رفیق کار تصور کرتے اور اپنے عمل سے دنیا کو یہ باور کرا دیتے تھے کہ ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

حضرت سرکار کی نسبی قومیت انصاری تھی لیکن آپ کی عظمت و رفعت اور اخلاق و کردار کی مضبوطی کا اعتراف حضرت محدث اعظم ہند، حضرت مفتی اعظم ہند، استاذ گرامی حضرت حافظ ملت محدث مبارک پوری، ملک العلماء حضرت مصنف صحیح البہاری علیہم الرحمۃ و الرضوان وغیرہم نے بھی فرمایا۔

اسی طرح آپ کے در کے فیض یافتہ لوگوں میں ہر قوم، ہر صوبہ اور ہر شعبۂ حیات سے وابستہ حضرات بھی تھے۔

حضرت سرکار کی مبارک زندگی نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ آدمی کو

رنگ ونسل اور ملک و ریاست کی بنیاد پر سر بلندی و سرخروئی حاصل ہوتی ہے بلکہ آپ نے فرمان خداوندی پر عمل کر کے واضح کر دیا کہ آدمی کو تقویٰ اور خشیت الٰہی سے بارگاہ پروردگار میں عزت و اکرام اور تفوق و برتری مقدر و میسر ہوتی ہے اور یہ باور کرا دیا کہ

''تقویٰ سے ہٹ کر محبوب خدا و رسول بننے کی کوئی سبیل نہیں۔''

کاش سلسلہ عالیہ قادریہ تیغیہ سے تعلق رکھنے والے حضرات سرکارِ سرکا نہی کے نقش قدم کو مشعل راہ بنا کر مذہب وملت کی خدمت و اشاعت میں حتی الوسع محنت وکوشش سے کام لیں تو زمانے کی بہت سی خرابیاں دور کی جاسکتی ہیں اور بدکرداری و بدمعاشی پر قدغن لگائی جاسکتی ہے ؎

کام لیں اہل چمن غیرت خود داری سے
خود بہار آئے گی قدموں سے لپٹ جانے کو

مفتی حامد القادری

خانقاہ قادری تھتیاں شریف، ضلع مظفر پور (بہار)

m

شجرۂ منظوم

یا رب بہ محمد بہر علی بہ حسین شہ والا مددے
پئے زین و عبا باقر و جعفر پئے کاظم و موسیٰ رضا مددے
بہ ولایت معروف کرخی پئے عبد اللہ سری سقطی
بہ جنید و شبلی ابو القاسم و عبد الواحد بہ رضا مددے
بہ ابو الفرح و ابو الحسن علی بہ سعید مبارک مخزومی
پئے شیخ مشائخ پیر جہاں عبد القادر آقا مددے
پئے عبد الرزاق وشرف الدین بہ وہاب و بہاء الدین ولی
بہ عقیل و شمس و گدا رحمٰن پئے شمس الدین ہدیٰ مددے
پئے رحمٰن بن محبوب علی بہ فضیل و کمال و سکندر شاہ
بہ طفیل احمد سر ہندی بآدم حسنی گدا مددے
پئے پیر محمد و شاہ محمد و شاہ محمد عباسی
بہ امیر محمد و میر محمد واصل ذات خدا مددے
بہ کرامت صوفی آبادانی بہ ولایت شاہ احسان علی
بہ علیم و پئے دیدار علی بہ فریدالدین ہدیٰ مددے
پئے شاہ محمد عبد سمیع و سید شاہ جلال الدین
پئے شاہ محمد تیغ علی اے رب العرش علا مددے

m

ہماری مطبوعات



ہماری پیش کش

شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی قادری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک تحقیقی کتاب

سوانح سرکار سرکاہی

تالیف: مولانا محمد علی رضا مصباحی

معمولات شاہ محمد یوسف تیغی علیہ الرحمہ پر مشتمل ایک تاریخی مطالعہ اور معلوماتی دستاویز

حضرت جلالۃ المشائخ
سیرت وسوانح، تعلیمات ومعمولات

تالیف: ڈاکٹر صوفی محمد ضمیر الدین یوسفی تیغی

Puplisher
MADEENA LIBRARY
Vill. Alimuddin Chak, P.O. Boaria, Distt. Vaishali
Bihar Pin: 844114, E-mail: madeena.lib@gmail.com
Mob: +91-7631904467, 9718601038